Spot CMYK#Waheed

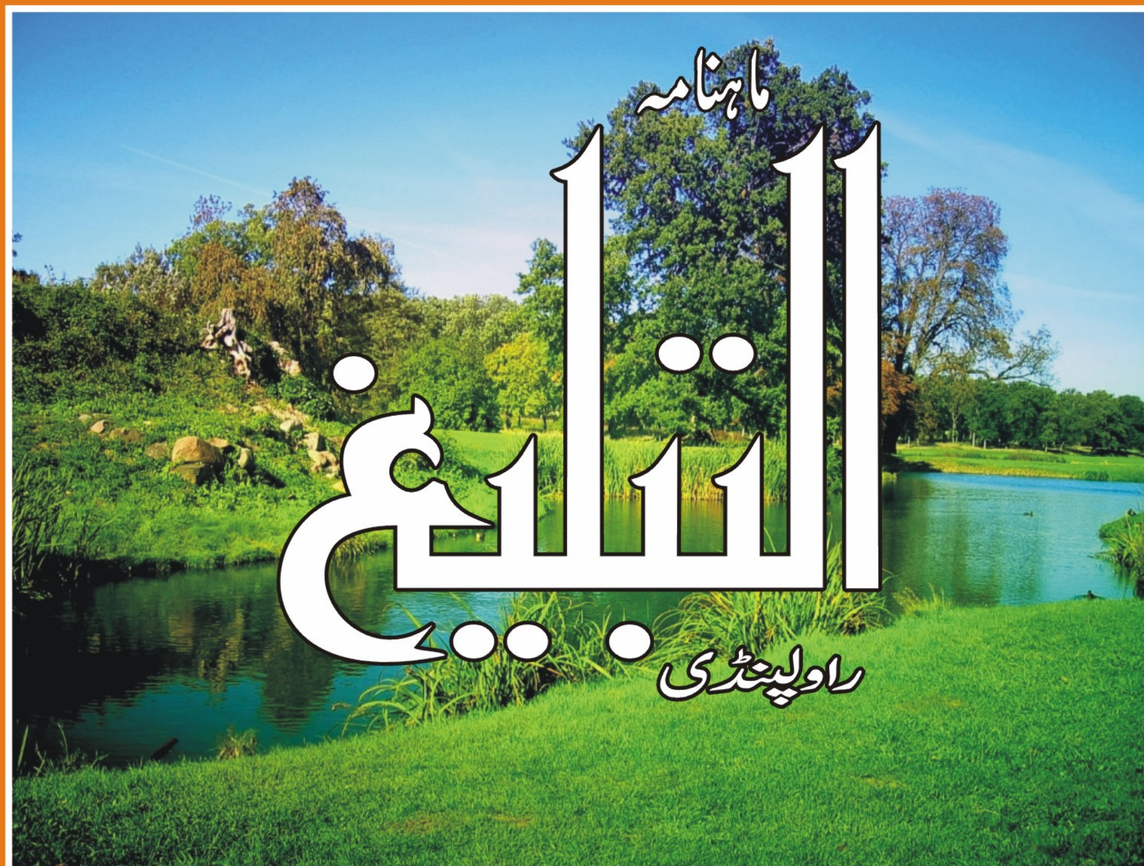

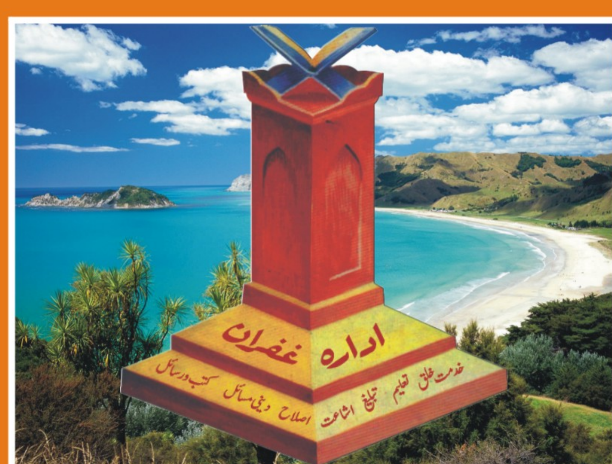

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ.............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرماکر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ ....سوات آپریشن اور متاثرین..........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۶، آیت نمبر۸۶تا۸۸)..بنی اسرائیل کا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا، خواہش کی پیروی، اور انبیاء کا قتل // ۴

درسِ حدیث ....تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت..........// // ۷

مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ

ریلوے نظام میں اصلاحات کی ضرورت اور ریل کی افادیت (دوسری و آخری قسط)........مفتی محمد رضوان ۱۰

تشریع اسلامی کا پس منظر اور اہل تجدد (تیسری و آخری قسط)..........مفتی محمد امجد حسین ۱۴

ماہِ جمادی الاولیٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات و واقعات..........مولوی طارق محمود ۱۷

نماز کے اندرونی فرائض (نماز کے احکام: قسط۸)..........مفتی محمد امجد حسین ۲۳

لباس اور پردے کے آداب (قسط۲)..........مفتی محمد رضوان ۲۵

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط۲)...اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۳۵

اسلامی بینکاری پر چند شبہات کا سرسری جائزہ (قسط۱) (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس)....مفتی محمود اشرف عثمانی ۳۸

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گل (قسط۲۰)..........مفتی محمد امجد حسین ۴۵

تذکرۂ اولیاء: ....ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان..........// // ۴۹

پیارے بچو! ....جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے......ابو حافظ محمد فرحان خان ۵۸

بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۹)... مفتی ابوشعیب ۶۰

آپ کے دینی مسائل کا حل.. نماز کی پہلی اور تیسری رکعت میں جلسۂ استراحت کا حکم ...ادارہ ۶۵

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... سوالات و جوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۷

عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (سترہویں و آخری قسط)........ابوجویریہ ۹۱

طب و صحت..... کدو (PUMPKIN) یقطین (دوسری و آخری قسط)......حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب و روز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۵

اخبارِ عالم .... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی ۹۶

Idara Ghufran

اداریہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** مفتی محمد رضوان

سوات آپریشن اور متاثرین

سوات میں نظامِ عدل ریگولیشن منظور ہوتے ہی طاغوتی طاقتیں جامے سے باہر ہوگئیں، اور ہاتھ دھوکر پاکستان کے پیچھے پڑگئیں، اور چونکہ آزادیٔ وطن کے بعد چھ عشروں پر محیط ہماری ملی واجتماعی اور خصوصاً سیاسی وریاستی جو کارگزاری اور تاریخ رہی ہے، اس کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہے کہ آج آزاد ہوکر بھی ہم غلام ہیں، اور ہماری خودمختاری اور آزادی گروِغیر ہے؛ ہمارے اقتدار کا ٹرائیکا (تکون) وہ کردار ادا کر رہا ہے جو برٹش تسلُّط کے دَور میں وائسرائے ہند کا فرضِ منصبی ہوتا تھا، صرف سامراج بدل گیا، برٹش کی جگہ یو۔ایس۔اے۔نے لے لی؛ پس سامراجی آقا کے چیں بجبیں ہوتے ہی ہماری ترجیحات بدل گئیں، اور مفاہمت کی جگہ مزاحمت نے لے لی، اور اپنوں کے ہاتھوں اپنے خاک وخون میں تڑپنے لگے، اور آگ وخون کا کھیل شروع ہوگیا۔ یااللہ! ہم پر رحم فرما۔

دوسری طرف لوگوں کی طرف سے آپریشن زدہ علاقوں سے نقل مکانی پر مجبور ہوئے متأثرین (جن کی تعداد اخباری خبروں کے مطابق 25 لاکھ سے زائد ہے) کی مدد اور تعاون کا بھی سلسلہ جاری ہے، اور متأثرین کی مدد کے لیے مختلف تنظیمیں اور ادارے عوام سے تعاون اکٹھا کر رہے ہیں، اور حکومت کی اپیل پر مختلف ملکوں اور اداروں کی طرف سے بھی امداد فراہم کی جارہی ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ دیگر ممالک اور عالمی تنظیموں کی طرف سے حکومت کو متأثرین کے لیے ملنے والا بڑا تعاون بھی صحیح مصارف میں استعمال نہیں ہو پاتا، اور اوپر سے نیچے تک متعدد ذمہ داران خیانت اور خورد برد کا کھلا ارتکاب کرتے ہیں۔

چند سال قبل کشمیر و دیگر علاقوں میں آنے والے تباہ کن زلزلہ کے متأثرین کی امداد کے سلسلہ میں بھی خورد برد اور خیانت کے ریکارڈ قائم کیے گئے تھے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ معذورین، اور ضرورت مندوں کا حق غصب کرکے اپنی جیبوں کو بھرتے ہیں، وہ اسلام کی کون سی تعلیم پر عمل پیرا ہیں؟ اور ان کے دل ودماغ کے کسی حصہ وگوشہ میں انسانی ہمدردی کی کوئی رمق بھی باقی ہے کہ نہیں؟ جبکہ اسلام میں ضرورت مندوں اور یتیموں کے مال کو ہڑپ کرنے پر بڑی سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں، ہر مسلمان کو ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو خانہ جنگی اور غربت وافلاس سے محفوظ فرما کر امن وامان قائم فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی باہم دست وگریباں ہونے سے حفاظت فرمائیں۔

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۶، آیت نمبر ۸۶تا۸۸)

مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا، خواہش کی پیروی، اور انبیاء کا قتل

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (۸۶) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (۸۷) وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ (۸۸)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے دُنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے، لہٰذا نہ اُن سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، ااور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو کھلی کھلی نشانیاں دیں، اور روح القدس سے ان کی تائید کی، پھر کیا وجہ ہے، کہ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس کوئی ایسی بات لے کر آیا جو تمہاری نفسانی خواہشات کو پسند نہیں تھی، تو تم اکڑ گئے؟ چنانچہ بعض (انبیاء) کو تم نے جھٹلایا، اور بعض کو قتل کرتے رہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں، بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر پھٹکار ڈال رکھی ہے، اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی چند بداعمالیوں کا ذکر تھا، جس پر اُنہیں سزا اور عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔ مذکورہ آیت میں اُن کے لیے سزا اور عذاب کی ایک حقیقی وجہ بتلائی گئی ہے، اور وہ یہ کہ انہوں نے اپنی شریعت کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کرکے آخرت کی کامیابی اور نجات حاصل کرنے کے بجائے شریعت کے احکام کی مخالفت کرکے دنیا کی زندگانی کے مزے لے لیے ہیں۔

اس لیے سزا دینے والے کی طرف سے نہ تو ان کی سزا میں کچھ کمی کی جائے گی، اور نہ ہی کسی وکیل، مختار یا دوست، رشتہ دار کی طرف سے اُن کی مدد کی جائے گی۔

اگلی آیت میں بنی اسرائیل سے شکایت کے انداز میں خطاب ہے کہ ہم نے تمہاری ہدایت کے لیے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کیے، سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ کی شکل میں کتاب دی، اور پھر ان کے بعد درمیان میں برابر مختلف نبیوں کو بھیجتے رہے، اور پھر اس خاندان کے سلسلہ کے اخیر میں ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے واضح دلائل مثلاً کتاب انجیل اور دوسرے معجزات عطا فرمائے۔

اور ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی۔

یہ تائید کئی طرح سے تھی؛ مثلاً ایک تو ولادت کے وقت شیطان کے چھونے سے حفاظت کی گئی، پھر جبرئیل علیہ السلام کے دم کرنے سے حملِ عیسوی قرار پایا، پھر یہود کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت زیادہ مخالف تھے، اس لیے جبرائیل علیہ السلام ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کے لیے ان کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ آخر میں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے آسمان پر اُٹھوا لیے گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے تائید بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے ایک مستقل اور واضح دلیل تھی۔

تو کیا تعجب کی بات نہیں کہ اس پر بھی بنی اسرائیلیو! تم سرکشی کرتے رہے، اور جب کبھی بھی کوئی نبی تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا، جب ہی تم نے ان نبیوں کی اطاعت سے تکبر کرنا شروع کر دیا، پھر ان نبیوں میں سے بعضوں کو تو تم نے نعوذ باللہ جھوٹا بتلایا، اور بعضوں کو بیدھڑک قتل ہی کر ڈالا۔

چنانچہ یہودیوں نے بہت سے نبیوں کی تکذیب کی، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی، اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو قتل بھی کیا۔

اس آیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو روح القدس کہا گیا ہے، جس کے لفظی معنیٰ ہیں ''مقدس روح'' اور قرآن مجید میں یہ لقب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لیے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۰۲، میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ ارشاد ہے:
قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (سورہ نحل آیت ۱۰۲)

ان کے اپنے دِلوں کو غلاف میں کہنے کی وجہ ان کا غروراور تکبر تھا، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو غروراور تکبر کے طور پر یہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، یعنی ہم اپنے دین پر نہایت پختہ اور مضبوط ہیں، اس لیے اپنے دین کے علاوہ کسی نئی بات کا اثر ہمارے دِلوں تک نہیں پہنچتا (معارف القرآن ادریسی)

اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے آپ سے مایوس کرنے کے لیے طنزیہ طور پر یہ کہتے تھے کہ آپ تو بس یہ سمجھ لو کہ ہمارے دِلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے، اور ہمیں اسلام کی دعوت دینے کی فکر میں نہ پڑو (معارف القرآن عثمانی)

اللہ تعالیٰ نے کا اس کا یہ جواب دیا کہ یہ پختگی اور محفوظی نہیں ہے، بلکہ یہودیوں کے کفر کی وجہ سے اُن پر اللہ تعالیٰ کی مار ہے، کہ اسلام جو سچا مذہب ہے، اس سے یہ لوگ بھاگتے ہیں، اور منسوخ مذہب پر اصرار کرتے ہیں

اس آیت میں ان لوگوں کے ایمان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں، اور تھوڑا ایمان مقبول نہیں، اس لیے وہ کافر ہی ٹھہرے۔

اس تھوڑے سے ایمان سے مراد وہ کام ہیں جو اُن کے مذہب اور اسلام میں مشترک ہیں، مثلاً توحید کا قائل ہونا، قیامت کا قائل ہونا کہ ان کے وہ بھی قائل تھے، لیکن حضرت محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے اور قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے، اس لیے اُن لوگوں میں پورا ایمان نہ تھا۔

اور آیت میں یہودیوں کے تھوڑے سے ایمان کو لغت کے اعتبار سے ایمان کہا گیا ہے، جس کے معنیٰ مطلق یقین کے ہیں، چاہے وہ بعض چیزوں پر ہی ہو، لیکن شریعت میں ایسے ایمان کو ایمان نہیں کہتے، بلکہ شرعاً وہ ایمان معتبر ہے، جو شریعت میں وارد ہونے والے تمام اُمور کے یقین کے ساتھ ہو (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

اسی کو احناف و جمہور متکلمین نے ایمان کے بسیط ہونے سے تعبیر کیا ہے، یعنی ایمان قابلِ تقسیم و تجزی نہیں

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

احادیث میں مرد حضرات کو باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی عظیم فضیلت آئی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنْ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنْ النِّفَاقِ

(ترمذی حدیث نمبر ۲۴۱، باب ماجاء فی فضل التکبیرۃ الاولیٰ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے (یعنی اخلاص کے ساتھ) چالیس دن تک جماعت کے ساتھ تکبیرِ اولیٰ پانے کی حالت میں نماز پڑھی، تو اس کے لیے دو پروانیں لکھے جائیں گے، ایک برائت تو آگ سے، اور دوسری براءت نفاق سے (ترجمہ ختم)

اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت عاصم سے روایت ہے:

عن أنس قال :من لم تفته الركعة الاولى من الصلاة (أربعين يوما) كتبت له براء تان ، براء ة من النار ، وبراء ة من النفاق (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۲۰۱۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کی چالیس دن تک کسی نماز کی بھی پہلی رکعت فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے دو برأتیں لکھ دی جاتی ہیں، ایک برأت آگ سے اور دوسری برأت نفاق سے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کی مذکورہ فضیلت پہلی رکعت میں شامل ہونے سے بھی حاصل ہوجائے گی۔

(وهذا الموقوف فی حکم المرفوع کما لایخفیٰ) [1]

---

[1] قلت :و بالجملة ، فهذه الطرق و إن كانت مفرداتها لا تخلو من علة ، فمجموعها يدل على أن له أصلا ، و الأخير منها و إن كان موقوفا ، فمثله لا يقال من قبل الرأى كما لا يخفى (السلسلة الصحيحة الكاملة، جلد۴ صفحه ۶۲۹)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہونے والا تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پالیتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ امام کے ساتھ شروع سے شامل ہونے والے کی فضیلت اس سے زیادہ ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لیتا ہے، اس کی نفاق سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس دن کی تعداد کسی چیز کو کامل بنانے میں ایک خاص تاثیر رکھتی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةً أَرْبَعِينَ لَيْلَةً لَا تَفُوتُهُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عِتْقًا مِنْ النَّارِ (ابن ماجه حديث نمبر ۷۹۰)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد میں جماعت کے ساتھ چالیس راتوں تک اس طرح عشاء کی نماز پڑھی کہ اس کی پہلی رکعت فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آگ سے آزادی کو لکھ دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

عمر بن الخطاب رضى الله عنه :عن النبى ﷺ أنه كان يقول :من صلى فى مسجد فى جماعة أربعين ليلة لا تفوته الركعة الأولى من صلاة الظهر كتب له بها عتق من النار (شعب الايمان للبيهقى ،فصل الصلوات الخمس فى الجماعة ومافى ترك الجماعة بغير عذر من الكراهية،حديث نمبر ۲۸۷۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مسجد میں جماعت کے ساتھ چالیس راتوں تک اس طرح نماز پڑھی کہ اس کی ظہر کی پہلی رکعت فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے آگ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اگرچہ اس قسم کی بعض روایات کی سند میں بھی ضعف ہو تو بھی حرج نہیں۔ [1]

---

[1] كذافى مرقاة، ج۳ص ۹۹،كتاب الصلاة، باب ماعلى الماموم من المتابعة للامام وحكم المسبوق،والعرف الشذى ج ۱ ص ۲۷۲،باب ما جاء فى فضل التكبيرة الأولى)

[1] قلت :والفضائل يتَسَامَح فِي أحاديثها مَا لم ينْتَه إِلَى الْوَضع (البدر المنير فى تخريج الاحاديث والآثار الواقعة فى الشرح الكبير، الحديث السابع)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ :من أخلص للّٰه أربعين صباحا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه كأنه يريد بذلك :من يحضر العشاء والفجر فى جماعة ، ومن حضرهما أربعين يوما يدرك التكبيرة الأولى كتب له براء تان براء ة من النار ، وبراء ة من النفاق (مسند الشهاب القضاعى حديث نمبر ٤٤٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے چالیس دن کی صبح اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیں تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی اس سے مراد عشاء اور فجر کی نماز میں باجماعت شامل ہونا ہے، اور جو شخص ان دونوں نمازوں میں چالیس دن تک تکبیرِ اولیٰ پانے کی حالت میں شامل رہا، تو اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں، ایک برائت آگ سے، اور دوسری براءت نفاق سے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں عشاء اور فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں جو مذکورہ فضیلت بیان کی گئی ہے، اس میں فجر اور عشاء کا ذکر اس وجہ سے ہے، کہ ان کو باجماعت اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرے گا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ظہر کی نماز اور دوسری روایت میں عشاء کی نماز باجماعت اس طرح پڑھنے کی صورت میں کہ اس کی پہلی رکعت فوت نہ ہو، آگ سے آزادی کا ذکر کیا گیا ہے، نفاق سے براءت کا ذکر نہیں کیا گیا، ممکن ہے کہ ان مخصوص نمازوں کی یہ فضیلت ہو، اور باقی دوسری تمام نمازوں کو باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے سے نفاق سے بھی آزادی لکھ دی جاتی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ عشاء اور ظہر کا ذکر کسی خصوصیت کی وجہ سے ہو، اور مراد ہر نماز کو باجماعت ادا پڑھنا ہو۔ واللہ اعلم

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ریلوے نظام میں اصلاحات کی ضرورت اور ریل کی افادیت (دوسری وآخری قسط)

یہ مضمون اصل میں بنیادی طور پر تو ریلوے حکام کی خدمت میں ارسال کرنے کی غرض سے تحریر کیا گیا تھا، لیکن اس میں کئی پہلوعوام سے بھی متعلق ہیں، نیز ماہنامہ کے بعض قارئین کا تعلق بھی کسی نہ کسی درجہ میں ریلوے کی انتظامیہ کے مختلف شعبوں سے ہوتا ہے، اس غرض سے اس کی عام اشاعت کی جارہی ہے......ادارہ......

(۲)......ریلوے نظام کی بہتری اور ترقی کے لئے دوسرا کام یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ عملہ کے افراد کو ذمہ داری نباہنے اور امانت داری کے ساتھ کام کرنے کا پابند بنایا جائے۔ذمہ داری سے غفلت، بے توجہی بلکہ رشوت خوری نے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ کو بھی دیوالیہ بنایا ہوا ہے۔

عملہ کے افراد میں ایسا بڑا طبقہ موجود ہے جو ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتا ہے، بلکہ اپنی ذاتی غرض کی خاطر پورے شعبہ کو خسارے کی بھینٹ چڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔

چنانچہ ٹرینوں کے ڈرائیور، گارڈ اور ٹی ٹی حضرات، اور سگنل ڈاؤن اور اپ کرنے والے اور ان کے علاوہ بے شمار افراد ایسے ہیں کہ وہ اپنی جیب ناجائز پیسے سے گرم کرنے کی خاطر ٹرینوں کو جب چاہیں اور جہاں چاہیں روک کر کھڑے ہوجاتے ہیں، بلکہ اپنی جیب میں سو روپے بھرنے کی خاطر ہزاروں مسافروں کو تکلیف وایذاء پہنچانے اور ملک کے لاکھوں، کروڑوں روپے نقصان کی نذر کرا دینے میں کوئی عیب اور جھجک محسوس نہیں کرتے۔رشوت لے کر ٹکٹ اور اجرت ادا کئے بغیر سفر کرنے والے مسافروں یا سامان کو ایسے مقامات پر اتار دیتے ہیں، جہاں مسافر یا سامان کے اترنے کے بعد کوئی بازپرس نہ کرسکے۔

اسی کے ساتھ چند ٹکوں کی خاطر ٹرین کے ذریعے سے بہت بڑی تعداد اور مقدار میں لوگوں اور سامان کو دور دراز علاقوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ایک طرف تو یہ حرام پیسہ سے اپنی جیب بھرتے ہیں، اور دوسری طرف اپنی ذمہ داری میں غفلت کرتے ہیں، اور تیسرے ملک وقوم کا اجتماعی نقصان کا باعث بنتے ہیں۔چنانچہ ٹکٹ چیک کرنے والے بہت سے افراد بغیر ٹکٹ کے سفر کرنے والے متعدد مسافروں کو نہ تو ٹکٹ بنا کر دیتے اور نہ ہی قانون کے مطابق کارروائی کرتے بلکہ چند ٹکوں کی خاطر خود سے بغیر ٹکٹ سفر کرنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور اسٹیشنوں کے گیٹ سے باہر تک بغیر مواخذہ کے مجرموں کو پہنچانے کا بندوبست اور اس میں معاوفت فراہم کرتے ہیں۔

دوسری طرف ٹکٹ چیک کرنے والوں کے ساتھ قانونی کارروائی کو مؤثر بنانے کے لئے پولیس کا موجود

عملہ بھی رشوت خوری میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔اور یہ مذکورہ دونوں قسم کے عملہ کے ارکان آپس میں بندر بانٹ کرکے قومی خزانہ کی لوٹ مار اور خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اور دنیا و آخرت کے وبال سے نہیں ڈرتے،جس سے ان کو رات دن سابقہ بھی پڑتا ہے۔

افسوس اور صد افسوس کہ جرائم اور خیانت کے سدباب کا بھاری بوجھ اٹھانے والے افراد خود ہی جرائم اور خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں،ایسے میں ملک وملت کے پھلنے اور پھُولنے اور پروان چڑھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔اس موقع پر بغیر ٹکٹ کے یا رشوت دے کر سفر کرنے والے مسافروں کو بھی یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اس طرح چند ٹکے بچا کر عذابِ آخرت سے اپنے آپ کو نہیں بچاسکتے اور اللہ تعالیٰ کے دستور کے مطابق ناجائز وحرام طریقہ سے بچایا ہوا پیسہ بھی ان کے لئے راحت رسانی کا باعث نہیں بنتا۔ بلکہ کوئی آفت ومصیبت آنے پر بربادی اور تباہی کی نذر ہوجاتا ہے،اور کئی دوسرے وبال بھی ساتھ لے کر آتا ہے اور اس طرح یہ دونوں قسم کے طبقے (یعنی عملہ ومسافرین) خسرالدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتے ہیں

(۳)......ریلوے نظام میں بہتری اور ترقی کے سلسلہ میں ہماری تیسری تجویز یہ ہے کہ اسٹیشنوں،ٹرینوں، اور ریلوے لائنوں کی حفاظت ونگرانی کا اہتمام کیا جائے۔چیکنگ اور سیکورٹی کا شعبہ مؤثر بنایا جائے۔ صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام کیا جائے،اور ٹوٹ پھوٹ اور خرابیوں کی فوری اصلاحات کی کوشش کی جائے۔بغیر ٹکٹ اور پلیٹ فارم کے اسٹیشنوں پر آمدورفت کے سلسلہ کو ختم کیا جائے۔آنے جانے والے عملے اور سامان کی چیکنگ کی جائے۔مسافروں کی رہنمائی اور قیام کا عمدہ انتظام کیا جائے۔اور اسٹیشنوں پر پانی وغیرہ کی فراہمی کو سہل بنایا جائے۔اور بالخصوص ٹرینوں کے کھڑے ہونے والے پلیٹ فارم صحیح اور منظّم کئے جائیں جس کی وجہ سے مسافروں کو تکلیف اور دقت کا سامنا نہ ہو۔ٹرینوں کی روانگی سے پہلے اور مختلف مقامات پر تمام ضروری مشینری کا جائزہ لیا جائے تاکہ مختلف حادثات سے حفاظت رہے۔ ٹرینوں کے باتھ روموں کی صفائی اور ٹونٹیوں کی اصلاح اور ٹونٹیوں میں پانی موجود ہونے کو منظّم وفعال کیا جائے۔اور کام چوری اور رشوت خوری کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا جاری کی جائے اور ان کا مؤثر مؤاخذہ کیا جائے

(۴)......ریلوے نظام کی بہتری اور ترقی کے سلسلہ میں چوتھی تجویز یہ ہے کہ ریلوے کی آمدنی اور اخراجات کے حساب وکتاب کے نظام کو صاف وشفاف بنایا جائے،تاکہ کسی بھی مرحلہ پر خیانت کا ارتکاب کرنے والوں کی نشاندہی ہوسکے اور اس کا جائزہ لیا جاسکے کہ کس مرحلہ پر کمی یا کوتاہی کے باعث نفع سے محرومی یا خسارے کا سامنا ہورہا ہے۔تاکہ آئندہ کے لئے اس کی اصلاح وسدِّ باب ہوسکے۔

ہماری معلومات کے مطابق ریلوے کے شعبہ میں بے شمار بھاری بھرکم اخراجات ایسے ہیں کہ وہ صرف کاغذی کارروائی تک محدود ہوتے ہیں، اور حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا، یا برائے نام ہوتا ہے، چنانچہ ٹرینوں کی پٹریوں کے اردگرد بجری ڈالنے کے نام پر کروڑوں اور اربوں روپے خزانے سے نکالے جاتے ہیں، اور اکثر رقم ناجائز لوگوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے۔ یہی حال دیگر اخراجات کا بھی ہے۔

(۵)...... ریلوے نظام کی بہتری اور اصلاح وترقی کے سلسلہ میں ہماری پانچویں تجویز یہ ہے کہ ریلوے محکمہ کی ناجائز قبضہ شدہ اراضی کی وصولیابی یا اس کے معقول معاوضہ کے حصول پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اور ضرورت سے زیادہ پڑی ہوئی جگہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو ریلوے کے محکمہ کی اصلاح و ترقی پر خرچ کیا جائے۔ [1]

(۶)...... ریلوے نظام میں بہترائی لانے اور اس کی کارکردگی کو عمدہ بنانے کے لئے ہماری چھٹی تجویز یہ ہے کہ غیر ضروری اور رسمی وفضول اخراجات کو فوری طور پر ختم کیا جائے غیر ضروری عملہ وافراد کو بھرتی نہ کیا جائے۔ اور جو عملہ موجود ہے، اس کی ذمہ داریوں کو بڑھا کر اس کی تنخواہ میں مناسب اضافہ کر دیا جائے، تاکہ رشوت خوری اور ناجائز طریقہ پر ملک وقوم کا پیسہ بٹورنے کے سلسلہ میں کمی لائی جائے۔

(۷)...... ریلوے نظام کی بہتری واصلاح کے سلسلہ میں ساتویں تجویز یہ ہے کہ جن علاقوں میں ریلوے لائنیں بچھی ہوئی ہیں، لیکن ان پر ٹرینیں نہیں چل رہیں ان لائنوں کی اصلاح کر کے وہاں ٹرینیں چلائی جائیں اور جن علاقوں میں ٹرینوں کی آمدورفت کی ضرورت ہو وہاں ٹرینوں کا اجراء کیا جائے۔

(۸)...... ریلوے نظام کی صلاح وفلاح کے سلسلہ میں ہماری آٹھویں تجویز یہ ہے کہ ٹرینوں کی روانگی کے اوقات کے ٹائم ٹیبل کو نفع بخش پالیسیوں کے مطابق تجویز اور طے کیا جائے۔ کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مناسب اوقات میں سفر شروع کرنے اور منزل پر پہنچنے کا مسافروں کی توجہ میں خاص دخل ہوتا ہے۔

(۹)...... ریلوے نظام کی بہترائی کے لئے ہماری نویں تجویز یہ ہے کہ مسافروں کے لئے ٹکٹوں کے حصول اور واپسی کے نظم کو بہتر اور سہل بنایا جائے، عام طور پر مسافروں کو ٹکٹ لینے کے وقت متعلقہ عملے کی طرف سے بتایا جاتا ہے کہ سیٹ خالی نہیں، جبکہ ٹرین خالی سیٹوں کے ساتھ منزل تک پہنچ جاتی ہے۔

اسی طرح ٹکٹ واپس کرنے کے وقت کٹوتی کی مقدار کو کم کیا جائے، نیز ریل چھوٹ جانے کی صورت میں کٹوتی کے بعد رقم کی واپسی کو یقینی بنایا جائے، اس سلسلہ میں عوام کو غیر معمولی شکایات رہتی ہیں، اور قبل از

---

[1] ہمارے ایک وزیر ریلوے کے مطابق ریلوے کی مقبوضہ اراضی سے ملک کا قرضہ اتر سکتا ہے۔

وقت ٹکٹ خریدنے کی صورت میں وقت کے حساب سے کمی رکھی جائے، نیز بوڑھوں، معذوروں اورغرباء کے لئے مخصوص رعایتی پیکیج جاری کیا جائے۔

(۱۰)......ریلوے نظام میں بہتری لانے کے سلسلہ میں ہماری دسویں اور آخری تجویز یہ ہے کہ ریلوے کے شعبہ میں عہدے تقسیم وترتیب دیتے وقت امانت ودیانت اور اہلیت کو معیار بنایا جائے، رشوت یا تعلقات وغیرہ کی بنیاد پر عہدوں کی ترتیب وتشکیل دینا بہت بڑی خیانت ہے۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیا، اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے، نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے (جمع الفوائد ص ۳۲۵، بحوالہ معارف القرآن ج۲ص ۴۴۷) اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا، حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے، تو اس نے اللہ کی خیانت کی، اور رسول کی، اور سب مسلمانوں کی (بحوالہ معارف القرآن ج۲ص ۴۴۷) اگر امانت ودیانت اور ذمہ داری واہلیت کو پیشِ نظر رکھ کر عہدوں پر تقرریاں کی جائیں اور پھر عہدہ داروں کے کام کی بھی نگرانی کی جاتی رہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ریلوے نظام میں بہتری پیدا نہ ہو۔

تلک عشرۃ کاملۃ

ان تجاویز کو برائے کار لانے اور مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہوگا کہ ریلوے کے حکام تمام علاقوں کا پسینجر دورہ اور سروے کریں، اور خود سے معائنہ کرکے اور جائزہ لے کر اصلاحات کا اہتمام وکوشش کریں۔

اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کئی دوسرے پہلو بھی سامنے آئیں گے، بند کمروں میں بیٹھ کر تجاویز منظور کرلینا اور پالیسی ترتیب دے دینا انتہائی نقصان دہ ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ان دس تجاویز پر عمل کرنے سے ریلوے کا شعبہ خسارہ کے بجائے انشاء اللہ تعالیٰ حکومت کے لئے اعلیٰ نفع بخش ذریعہ بن جائے گا اور ملک کے کروڑوں عوام کی راحت وخوشحالی کا بھی باعث ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

ان تمام باتوں کے باوجود اگر ریلوے نظام میں اصلاحات نہ ہوسکیں، اور ریلوے کا شعبہ خسارہ در خسارہ میں رہتے ہوئے ملک وقوم کے لئے بوجھ ہو تو بہتر ہوگا کہ اس شعبے کی نجکاری کردی جائے، تاکہ ملک وقوم ''جو پہلے سے ہی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے اور معاشی عدمِ استحکام کا شکار ہیں'' اس میں کسی قدر کمی لائی جاسکے۔

والسلام

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

تشریع اسلامی کا پس منظر اور اہل تجدد (تیسری و آخری قسط)

اس تفصیل کے بعد اگر ہم گذشتہ اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ زمانہ خیرالقرون میں ہی تکمیل دین، تمکین دین اور تدوین دین کے مرحلے سر ہو کر امت مسلمہ ایک واضح منہاج پر گامزن ہوگئی آئندہ کے زمانوں میں مغربی نوآبادیاتی تسلط تک جمہور اہلِ اسلام امور دین میں انہی طے شدہ راہوں پر چلتے رہے (والنادر کالمعدوم) جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومتیں اور خلافتیں رہیں ان کی سلطنتوں کے آئین و دساتیر یہی فقہی مذاہب رہے خصوصاً فقہ حنفی اکثر مشرقی سلطنتوں کا آئین و دستور رہا، ترکی کی خلافت عثمانیہ میں سقوط خلافت تک فقہ حنفی کے اصول وقواعد اور فروع وجزئیات پر مبنی مجلۃ الاحکام وہاں کے نظام قضا کی اساس رہا۔ ہندوستان میں عالمگیر کی مغلیہ سلطنت کا آئین و دستور فتاویٰ عالمگیری تھا جو فقہ حنفی کے مسائل کا پورا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

اور اسی طرح عملی زندگی کے سارے شعبوں میں احکام شرع کی بجا آوری انہی فقہی مذاہب کے مطابق ہوتی رہی۔ [1]

لیکن دور انحطاط میں جب مغربی سامراج کا نوآبادیاتی تسلط قائم ہوا۔ آزادی، خودمختاری اور حکومتیں مسلمانوں نے کھو دیں تو پھر کچھ اور ہی ایسے مسلمانوں میں آئے دن رونما ہونے لگے، سامراج نے پہلے تو مسلمانوں کو پوری طرح بے دست و پا کیا اور پھر غلامی پر راضی وقانع کرنے اور آزادی وخودمختاری کا وہم و خیال تک ان کے ذہن ودماغ سے نکالنے کے لئے اس امر کو ضروری سمجھا کہ اپنے دین اور اس کے اصول وفروع پر جو غیر متزلزل ایمان ہمیشہ سے امت کا طرہ امتیاز رہا ہے، اسی طرح اپنے تمدن، اپنی روایات اور ماضی کی اپنی درخشاں تاریخ کے ساتھ جو غیر معمولی وابستگی ان کی ہے؛ وہ ختم کر دی جائے اور ان کو اور بکھیڑوں میں الجھا دیا جائے۔

چنانچہ برٹش طاغوت نے اپنی سازشی ذہنیت کے ساتھ وسیع الجہت بنیادوں پر گہری منصوبہ بندی کر کے یہ

---

[1] اور بحمد اللہ جمہور اہل اسلام ساری دنیا میں آج بھی ان چاروں فقہی مذاہب کے دائرے میں اپنے دین پر عمل پیرا ہیں۔

Idara Ghufran

مہم سرانجام دی، انیسویں صدی میں عیسائی پادریوں کے مشنری سلسلے، مستشرقین کا علم وریسرچ کے نام پر دجل وتلبیس اور الحاد وتحریف پر مبنی لٹریچر اور تیسرے مرحلے میں علی گڑھ وغیرہ جدید مغربی تعلیمی اداروں سے اٹھنے والے نیچر وروشن خیالی پر مبنی ملحدانہ افکار وتحریکات، یہ سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

حالانکہ مسلمانوں کے لئے اصل کرنے کا کام یہ تھا کہ اسلاف نے اپنی جانوں پر کھیل کر اور خون پسینہ ایک کر کے جو اسلامی سلطنتیں قائم کی تھیں اور مسلمانوں کو دنیا میں ایک پہچان، وقار، عظمت وخود اعتمادی فراہم کی تھی، جس کی وجہ سے لگ بھگ ہزار سال تک امتِ مسلمہ دنیا میں قائدانہ منصب پر فائز رہی، اور بعد والوں نے محض اپنی کم ہمتی، غفلت اور کوتاہ اندیشی اور افتراق وانتشار وطوائف الملوکی سے وہ دولت کھو دی تو جب تک اپنے اس جرم کی تلافی کر کے اپنی آزادی وخود مختاری کو بحال نہ کرتے اور سلطنتوں کی بازیابی نہ کر لیتے چین سے نہ بیٹھتے لیکن یہ کام تو ہم نے کیا نہیں بلکہ جنہوں نے اس کے لئے قدم اٹھائے اور ہاتھ پاؤں ہلائے ہم نے بجائے ان کے ہاتھ مضبوط کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے ان کے بھی پاؤں کاٹے اور ان کو بے دست و پا کیا۔

چنانچہ 1830ء کے عشرے میں سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد ہو یا 1857ء کی جنگِ آزادی ہو، علمائے صادق پور کی تاریخِ عزیمت ہو یا ریشمی رومال وغیرہ کی تحاریک، ہر جگہ اپنوں کی کرم فرمائیاں غیروں کے شاملِ حال نظر آتی ہیں۔

اور جو کارنامے ہم نے سرانجام دیئے کچھ غیروں کے اشاروں پر اور کچھ اپنی حماقت وغباوت سے ان کا حاصل یہ ہے کہ پہلے تو بیداری اور آزادی کے نام پر سلف صالحین اور ائمہ فقہاء اسلام پر لعنت بھیجنے والوں کی ایک ٹولی پیدا ہوئی (واہ غیروں نے ان کو آزادی کا کیا خوب مفہوم سمجھایا) ان بے بنیادوں نے تقلید و عدم تقلید اور چند دوسرے ضمنی وفروعی مسائل کو آڑ بنا کر مسلمانوں کی مذہبی زندگی اور امت کی اجتماعیت میں وہ انتشار برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔

یہ فتنہ جب اچھی طرح بارآور ہو گیا تو پھر تصوف کی باری آئی اور صوفیاء بیچارے میدان میں لا کھڑے کئے گئے اور گڑے مردے اکھاڑے جانے لگے۔ کبھی تصوف کو رہبانیت کا چربہ ٹھہرایا گیا کبھی اس کے ڈانڈے جوگ اور ویدانت سے ملائے گئے اور کبھی اس کو عجمی سازش قرار دے کر اس کی مٹی پلید کی گئی، حالانکہ اس خطہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں غالب حصہ اسی طبقہ صوفیاء کا ہے، اور ہند میں دین اسلام کی

وسیع پیمانے پر تبلیغ واشاعت اربابِ تصوف کا عطیہ اور فیض ہے۔ [1]

اس کے بعد غلاموں کی باسی کڑی میں ایک اور اُبال آیا اب مسلمان سلاطین اور ملوک نشانے پر تھے ان پر خوب لعنت ملامت ہوئی جمہوریت، ترقی اور روشن خیالی وغیرہ کے گُن گائے جانے لگے، ائمہ فقہاء کے اجتہاد پر حملے کئے گئے ان کو خودسر سلاطین کے مفادات کا محافظ قرار دیا گیا گویا کہ جو فقہی مذاہب اسلامی سلطنتوں کے سر کے تاج اور مسلمان معاشروں کے لئے ہزار بارہ سو سال تک آئین و دستور بنا کر مسلمانوں کو دنیوی اور اخروی سعادتوں سے مالا مال کرتے رہے، ان کی یہ قدر کی گئی۔

یوں حدیث میں جو پچھلوں کا اگلوں پہ لعنت کرنے کی قربِ قیامت والی نشانی کا ذکر ہوا ہے وہ سامراج کے غلامی کے دور میں ہم نے پوری کر کے چھوڑی، اس طرح کبھی آمین بالجہر اور رفع یدین کل اسلام قرار پایا اور کبھی سیاست کے گرد پورے دین کو گھمایا گیا۔ اور کبھی روشن خیالی و ترقی کے نام پر قرآن وسنت کو بازیچۂ اطفال بنایا گیا، معجزات کا انکار، نبی کے تشریعی مقام کا انکار، احادیث جن کی حفاظت واشاعت سلف کا ایسا زریں کارنامہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ عاجز ہے اور جس کی وجہ سے غیروں نے مسلمانوں پر بار بار رشک کیا ہے کہ وہاں موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی زندگی، سیرت اور سوانح عمری کی بعض بنیادی کڑیاں تک گم ہیں اور یہاں نبی کی تعلیمات وہدایات تو ایک طرف نبی کی عادات، اطوار، صورت، سیرت، وضع قطع، انداز اکل وشرب، خوشی وغمی اور امن وخوف ہر ہر حالت کی ایک ایک ادا محفوظ ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۵۷ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[1] فتنہ تاتار کے نتیجے میں جب مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا، اور بغداد کی عربی مشرقی خلافت کا سقوط ہوا، تو ابتلاء وآزمائش کے اس نازک ترین دور میں برصغیرہ کے افق پر اسلام کا آفتاب اقبال ایک نئی شان کے ساتھ طلوع ہو رہا تھا، ایک طرف سندھ اور جنوبی پنجاب میں سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ وسیع پیمانے پر اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ خلق کا مشن سنبھالے ہوئے تھے، تو دوسری طرف غوری کے ہاتھوں دلی واجمیر کی تسخیر کے بعد یہاں ایک مستحکم ومنظّم اسلامی سلطنت وجود میں آ گئی تھی، جس میں اشاعتِ اسلام کا عظیم کام سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سرانجام دے رہے تھے، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء، خصوصاً خواجہ بختیار کاکی، ان کے بعد خواجہ فریدالدین گنج شکر، ان کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاء، اور ان کے بعد خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی اور ان کے بعد خواجہ بندہ نواز گیسودراز رحمہم اللہ، اور بعد میں جب سلسلہ نقشبندیہ کا بھی یہاں شیوع ہوا، تو شیخ مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم، سید آدم بنوری وغیرہم اور ادھر پنجاب میں سلسلہ قادریہ کے مشائخ۔

یہ وہ ہستیاں تھیں جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں خود ایک ادارہ تھا، پورے برصغیر کے طول وعرض میں ان میں سے ہر ایک نے داعیانہ اور مجددانہ شان کے ساتھ تبلیغ واشاعت اور خلقِ خدا کی اصلاح اور رشد وہدایت کا کام کیا، اور اپنے سینکڑوں ہزاروں مریدوں سے یہ کام لیا، یہ نوبت تو بہت بعد میں آئی، جس کے متعلق کہا گیا ہے ع

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابوالعباس احمد بن یعقوب بن ابراہیم مقریٔ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ اخی العرق کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۲۲۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۱ھ**: میں حضرت محمد بن عبد اللہ بن علی بن محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب اموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ احنف کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۳۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۲ھ**: میں حضرت ابومحمد نصر بن سلمۃ بن ولید بن ابوبکر بن عبید بن بلج بن عبید بن علی کلانی قیسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۹۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۲ھ**: میں حضرت ابوعباس عبداللہ بن صقر بن نصر البغدادی السکری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن الصقر کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۷۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۳ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن ایوب بن اسماعیل بن مالک سقطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۱۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۴ھ**: میں حضرت محمد بن احمد بن عبدالملک بن سلام رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ہشام بن عبدالملک بن عبدالرحمٰن کے آزاد کردہ غلام تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۴۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حمدون بن عیسیٰ بن علی بن سابق خولانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے، اور ابن الامام کے نام سے مشہور تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۷۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابوخلیفۃ فضل بن حباب جمحی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابوالحسن طاہر بن عبدالعزیز بن عبداللہ رعینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۷۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابوالعباس قاسم بن غانم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ

Idara Ghufran

اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۳۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۵ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن قاسم بن ہاشم بن سعید بن سعد بن عبداللہ بن سیف بن حبیب سمسار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۸۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ:** میں حضرت قاضی ابوعباس احمد بن عمر بن سریج رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۸۹، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۱۳)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن اسحاق بن عیسیٰ بن زاطیا مخرمی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن زاطیا کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۵۳، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ:** میں حضرت ابوطاہر محمد بن حسن بن محمد نیشاپوری محمد اباذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۲۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۷ھ:** میں حضرت ابوالقاسم محمد بن بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۴۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۷ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ اسدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۰۸ھ:** میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن عنبر بن شاکر بن سعید وشاء رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۴۱۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۲ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن حسن بن احمد معدل کرخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۸۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۲ھ:** میں حضرت ابومحمد قاسم بن علی بن سری جوہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۴۴۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۳ھ:** میں حضرت ابوعبید محمد بن احمد بن مؤمل بن ابان بن تمام بن خرزاذ صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۶۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۴ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن فضل سجستانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ دمشق میں رہتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۲۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۵ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مسیّب بن اسحاق بن عبداللہ

نیشاپوری اسفنجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۷۹۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۵ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مسیّب بن اسحاق بن عبداللہ بن اسماعیل بن ادریس نیساپوری ارغیانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۲۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۶ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن یوسف بن سعید فارض سجستانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً سجستان کے رہنے والے تھے (تاریخِ بغداد ج۴ص ۲۲۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۷ھ:** میں حضرت محمد بن ادریس بن وہب اعور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۲ ص۷۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۷ھ:** میں حضرت احمد بن محمد بن قاسم بن ہلال کی وفات ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۳)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۷ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن زبان بن حبیب حضرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر کے محدث تھے، آپ کی ولادت ۲۲۵ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۵۲۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۸ھ:** میں حضرت ابوالعباس عبداللہ بن جعفر بن احمد بن خشیش صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۹ ص ۴۲۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن مغلس بغدادی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ مغلس کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۵۲۱، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۰۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۱۹ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن عبیداللہ بن محمد بن علاء کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۲ ص ۳۳۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۰ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف بن موسیٰ بن جوصا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ جوصا کے نام سے مشہور تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۷۹۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۰ھ:** میں حضرت ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید بن عبداللہ بن ابو سلمۃ رملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۳۹۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۰ھ:** میں حضرت ابوقاسم نصر بن بیزویۃ بن جوانویۃ شیرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۲۹۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ:** میں حضرت ابوالعباس اسحاق بن محمد بن فضل بن جابر زیات

رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۶ ص ۳۹۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن فضل دیبلی مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۱۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ: میں ابوالعباس محمد راضی باللہ بن جعفر متقدر باللہ بن احمد معتضد باللہ بن ابواحمد موفق کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، آپ کی ولادت رجب ۲۹۷ھ کو ہوئی، آپ اپنے چچا ابومنصور قاہر باللہ کے بعد خلیفہ بنے(تاریخ بغداد ج۲ ص ۱۴۲)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۳ھ: میں حضرت ابوعاصم عمر بن حسن بن علی بن جعد بن عبید جوہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۱۱ص۲۲۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۵ھ: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن محمد بن احمد بن ولید قافلائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۷ص۲۱۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۵ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن عمر بن لبابہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے(تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۵)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۵ھ: میں حضرت ابوعیسیٰ عبداللہ بن احمد بن عیسیٰ بطاینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۹ص۳۸۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۷ھ: میں حضرت ابومحمد یزداد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن یزداد کاتب مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۱۴ ص ۳۵۵)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوالفتح فضل بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات کی وفات ہوئی، آپ ابنِ جنزابۃ کے نام سے معروف تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۸۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم حسن بن عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ عیاش کے بھائی کے لقب سے مشہور تھے(تاریخ بغداد ج۷ ص ۳۴۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن الحسن ضراب دینوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۴ ص ۴۲۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مہلہل بن مسور زاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے(تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۵۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن عبدالوہاب ثقفی

نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۸۳،طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳ص ۱۹۳)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوالعباس عبدالملک بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ابوحمزۃ زیات رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج۱۰ص۴۲۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۱ھ: میں حضرت ابوطیب یزید بن حسن بن یزید بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ مسلمۃ کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۳۴۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن جعفر بن حسن بن محمد بن عبدالباقی شاعر رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ مشرقی بغداد میں رہتے تھے(تاریخِ بغداد ج۸ص ۱۰۵)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۴ھ: میں حضرت ابوالفضل احمد بن عبداللہ بن نصر بن ہلال سلمی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۱۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۴ھ: میں حضرت ابومحمد قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف بن ناصح قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امیر المومنین ولید بن عبدالملک بن مروان کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۷۴،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۵۴،طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۰،تاریخ علماء الاندلس ج ا ص ۱۳۵،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۵۴)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عیسی بن رفاعۃ خولانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ قلاس کے لقب سے مشہور تھے(تاریخ علماء الاندلس ج ا ص ۱۵۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۳۹ھ: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن قاسم بن موسیٰ بن حسن بن موسیٰ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۶۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۲ھ: میں حضرت وہب بن حزم بن غالب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر طیطلۃ کے رہنے والے تھے(تاریخ علماء الاندلس ج۱ص۱۹۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۳ھ: میں حضرت ابوالصہباء ولاد بن علی بن سہل تیمی کوفی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۵۲۲)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن زکریا بن حسین نسفی صکوکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۳۳)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن زکریا بن حسین نسفی صکو کی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۵،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۹۳۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۵ھ: میں حضرت ابوبکر مکرم بن احمد بن محمد بن مکرم بغدادی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۱۸،تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۲۲۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۷ھ: میں حضرت ابوطیب قاسم بن عبداللہ بن محمد بن احمد بن القاسم بن منصور بن شہریار بن فرعد ذ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۴۴۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۷ھ: میں حضرت ابومحمد قاسم بن سعدان بن عبدالوارث بن محمد بن یزید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے آزاد کردہ غلام تھے(تاریخ علماء الاندلس ج ا ص ۱۳۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن عبدک رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ بغداد میں رہتے تھے(تاریخِ بغداد ج ا ص ۳۱۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن احمد اموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ اصلاً اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے(تاریخ علماء الاندلس ج ا ص ۱۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۴۹ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن علی بن یزید بن داؤ دنیشاوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ کی ولادت ۲۷۷ھ میں ہوئی،اور ۲۹۴ھ میں طلبِ علم شروع کیا،

(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۶،الوافی بالوفیات للصفدی ج۴ص ۲۶۴،تاریخِ بغداد ج۸ص ۷۱،طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۳،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۹۰۵،طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳ص ۲۷۸)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن خطاب بن عمر بن خطاب بن زیاد بن حارث بن زید بن عبداللہ بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ا ص ۳۴۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن ہیثم ابوبکر بزاز مقریؒ کا انتقال ہوا، آپ ابن علون کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۳ص ۸۳)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ: میں حضرت ابوالحسین عبدالرحمٰن بن سیما بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل مجبرم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۲۹۲)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ: میں حضرت ابواحمد حسن بن علی بن عبید بن حسن بن محمد خلال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ابن کوسج کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۷ص ۳۸۶)

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۸)

مفتی محمد امجد حسین

نماز کے اندرونی فرائض

کن نمازوں میں قیام فرض ہے کن میں نہیں؟

نماز میں قیام یعنی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا فرض نمازوں میں اور جو فرض نمازوں کے ساتھ ملحق نمازیں ہیں ان سب میں فرض ہے۔ (ملحق بالفرض سے مراد وتر نماز، عیدین کی نمازیں، نذر مانی ہوئی نماز اور فجر کی سنتیں ہیں علی الاصح) بشرطیکہ کھڑے ہونے کی طاقت ہو اگر پوری نماز میں قیام کی طاقت نہیں تو جتنی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں جتنی دیر قیام کرسکتا ہو اس حد تک قیام فرض ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بغیر سہارے کے کھڑا نہیں ہوسکتا اور سہارے سے کھڑا ہوسکتا ہے تو مذکورہ نمازوں میں سہارے سے کھڑا ہونا ضروری ہوگا خواہ سہارا لینے کی وجہ سے مسنون طریقہ پر ہاتھ نہ باندھے جاسکیں کیونکہ ہاتھ باندھنا سنت ہے اور قیام فرض ہے اس صورت میں بیٹھ کر مذکورہ نمازیں پڑھنا جائز نہ ہوگا سہارا لے کر قیام کرکے نماز پڑھے۔ [۱]

اگر کھڑا ہونے سے معذور ہو (بیماری، بڑھاپے یا برہنہ ہونے کی وجہ سے) تو یہ فرض، واجب نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہیں ان کے علاوہ باقی سنت و نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے بلا عذر بھی یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، البتہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں ثواب آدھا ملے گا۔

قیام کی حد و مقدار

قیام کی حقیقت یہ ہے کہ نیچے اور اوپر والے دونوں دھڑ سیدھے ہوں اور اس کی کم سے کم حد یہ ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام سیدھے قد کھڑے ہونا ہے قیام کی حد کے اندر اندر کھڑا ہونے سے نماز میں قیام معتبر ہوگا، اگر اتنا جھکا ہوا کھڑا ہو کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو یہ رکوع کی حالت ہے ایسے کھڑے ہونے کی صورت میں تکبیر تحریمہ کہے گا یا قرأت کرے گا تو قیام کا فرض ادا نہ ہوگا (تکبیر تحریمہ کے

---

[۱] اس سے واضح ہے کہ ریل گاڑی وغیرہ میں راہداری یا سیٹوں کے درمیان کھڑے ہوکر اور سہارے کی ضرورت ہو تو کوئی چیز پکڑ کر قیام کی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں پھر بھی جو بیٹھ کر فرض نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز صحیح نہیں واجب الاعادہ ہے۔

قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ رکھنا آداب میں سے ہے اور نگاہ سجدہ کے مقام پر رکھے۔

بیان میں بھی اس کی قدرے وضاحت گزر چکی ہے) اور نماز جائز نہ ہوگی نماز میں قرأت کی جتنی مقدار فرض ہے اتنی مقدار میں قیام بھی فرض ہے اور جتنی مقدار قرأت کی واجب ہے اتنی مقدار میں قیام بھی واجب ہے اور جتنی قرأت کی مقدار سنت ہے اتنی مقدار میں قیام بھی سنت ہے (اور پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت بھی قیام فرض ہے) قیام کی یہ تقسیم (فرض وسنت وواجب ہونے کی) اصل حکم کے اعتبار سے ہے ورنہ عملاً نماز میں جتنی دیر قیام کیا اور اس میں جو کچھ پڑھا سب سے مجموعی طور پر فرض ہی ادا ہوگا اور اس پر فرض کی ادائیگی کا ہی ثواب ملے گا (باقی جس شخص پر قرأت فرض نہ ہو جیسے اُمّی جسے نماز کا سبق وغیرہ کچھ نہیں آتا یا وہ مقتدی جو امام کو رکوع میں پائے تو ایسوں کے حق میں محض اتنا قیام فرض ہے جس کو قیام کہہ سکیں کہ مثلاً تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں چلے گئے)

قیام کی حالت میں ایک پاؤں پر سارا زور ڈالنا

کسی عذر کے بغیر ایک پاؤں پر یوں زور دیکر کھڑا ہونا کہ دوسرے کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دے کہ اس ٹانگ میں کسی قدر خم پیدا ہو جائے (جیسا کہ گھوڑا وغیرہ جانور بعض دفعہ ایک پاؤں کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے) یہ مکروہ وناجائز ہے۔ باقی ایک پاؤں پر اس انداز سے زور ڈالنا کہ دوسرا پاؤں ڈھیلا نہ ہو یعنی اس میں خم پیدا نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جو نماز لمبی اور طویل پڑھنی ہو اس میں ایسا کرنا بہتر ہے تاکہ سہولت و آسانی رہے۔[1]

---

[1] والقیام لقوله تعالیٰ وقوموا لله قٰنتين ای مطيعين ساكتين والامر للوجوب والمراد به قيام الصلوٰة لاجماع المفسرين والمفروض فيه بقدر القرأة ولقوله عليه الصلوة والسلام صل قائما فان لم تستطع فقاعدا وحد القيام ان يكون بحيث اذا مديديه لاينال ركبته والاقرب للخشوع ان يكون بين قدميه اربع اصابع اليد والاولىٰ فى القيام ان يكون القدمان على الارض فلوقام علىٰ عقبيه اواطراف اصابعه اور افعا احدىٰ رجليه يجزئه ويكره ان كان بغير عذر كذا فى فتح المعين وغيره من الجوهره والفاتح وايضاً قال فى الجوهره القيام فرض فى صلاة الفرض والوتر لاغير (المعتصر الضرورى شرح القدورى ص ۵۴)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

لباس اور پردے کے آداب (قسط۲)

(۹)......لباس اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق پہننا چاہئے۔

اپنی حیثیت سے نیچے گر کر اس میں بخل کا مظاہرہ کرنا درست نہیں، چنانچہ مالدار شخص کو اتنا گھٹیا لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے دیکھنے والے اس کو غریب و مفلس سمجھیں۔

اسی طرح اپنی مالی حیثیت سے آگے بڑھ کر اس پر پیسہ خرچ کرنا اور اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا یا دوسرے ضروری حقوق کو فوت کرنا درست نہیں (البحرالرائق، ردالمحتار)

حدیث شریف میں ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَمْ يُخَالِطْهُ إِسْرَافٌ أَوْ مَخِيلَةٌ (ابنِ ماجة واللفظ لهٗ، نسائی، مسند احمد)

کھاؤ؛ پیو اور صدقہ کرو، اور پہنو؛ مگر اسراف اور تکبر کو ان میں شامل نہ کرو۔

(و کذافی بخاری، کتاب اللباس)(فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۶۴۰۲)

(۱۰)......مَردوں کے لیے پائجامہ (شلوار، دھوتی، پتلون، وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہ اور ٹخنوں سے اونچا رکھنا واجب ہے، لہٰذا مَردوں کو اپنا لباس ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہئے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ (بخاری)

ازار (یعنی پائجامہ، شلوار، پتلون وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا؛ وہ آگ میں داخل ہوگا۔

اور مرد حضرات کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنا اور بھی زیادہ برا ہے، اور اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لاَ يَقْبَلُ صَلاَةَ عَبْدٍ مُسْبِلٍ اِزَارَهٗ (مسند احمد)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو

مگر یہ حکم مَرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تو ان کو اپنے ٹخنے چھپا کر رکھنے کا حکم ہے، اور ان کے حق میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا (شلوار وغیرہ) لٹکانا گناہ میں داخل نہیں؛ بلکہ عبادت

Idara Ghufran

میں داخل ہے۔ [۱]

(۱۱)......مَر دوں کو ریشمی لباس پہننا جائز نہیں، گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ (ترمذی، واللفظ لهٗ، مسند احمد)

سونا اور ریشم کا لباس میری امت کے مَر دوں کے لئے حرام کر دیا گیا ہے، اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ [۲]

اور ریشم کا لباس پہن کر نماز پڑھنا اور بھی زیادہ برا ہے (ردالمحتار)

یہ ممانعت اصلی ریشم کے لباس کے بارے میں ہے، اور اصلی ریشم ایک خاص کیڑے سے تیار ہوتا ہے (حیاۃ الحیوان الکبریٰ للدمیری، باب الدال المہملۃ)

اصلی ریشم کے علاوہ آج کل مصنوعی ریشم کا لباس بھی کثرت کے ساتھ رائج ہے (مثلاً بوسکی اور سلک نام کا کپڑا) اور عرف میں اس کو ریشم کا لباس کہا جاتا ہے، اس کا شرعاً استعمال جائز ہے، ہاں اگر کسی کپڑے کا اصلی ریشمی ہونا تحقیق سے ثابت ہوجائے، تو اس کا استعمال مَر دوں کے لئے جائز نہ ہوگا (کذافی کفایت المفتی مدلل و مکمل، جلد ۹ صفحہ ۱۶۰، واحسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۶۶) [۳]

---

[۱] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ شریعت نے ٹخنوں سے اوپر لباس رکھنے کی تعلیم تو تکبر سے بچنے کے لئے دی ہے، اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو تکبر کے قائم مقام قرار دیا ہے (جیسا کہ ہم نے رسالہ ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا شرعی حکم'' میں بالدلیل واضح کیا ہے) تو پھر عورتوں کے حق میں اس کی اجازت بلکہ اس کو عبادت قرار دینا گویا کہ ایک طرح سے ان کے لئے تکبر کو جائز قرار دینا ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ٹخنے ڈھانکنے میں تکبر لازم آنے یا تکبر پیدا ہونے کا معاملے کو شریعت نے مَر دوں کے ساتھ خاص رکھا ہے، خواتین کو اس میں شامل نہیں کیا، بلکہ خواتین کے حق میں کبر کے معاملہ کو مرد حضرات کے برعکس رکھا ہے (اور شریعت کا جو حکم جس تقسیم و تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے، اس تقسیم و تفصیل کی رعایت ضروری ہوتی ہے)

اور تجربہ و مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عامۃُ الناس میں سے مرد حضرات ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں عار اور شان کی خلاف ورزی محسوس کرتے ہیں، اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے میں فخر و غرور سمجھتے ہیں، اور مرد حضرات کے برعکس خواتین ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے میں عار اور شان کی خلاف ورزی محسوس کرتی ہیں، اور ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں فخر و غرور سمجھتی ہیں۔

[۲] مرد حضرات کو ریشم کا لباس پہننے کی ممانعت اور اس پر سخت وعیدیں اور بھی کئی احادیث میں آئی ہیں۔

ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه، مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء الخ)

[۳] اور اگر اس مصنوعی ریشم میں اصلی ریشم بھی استعمال ہوا ہو، تو اگر اصلی ریشم صرف تانے کی صورت میں (یعنی کپڑے کی لمبائی کی طرف والے دھاگے کے طور پر) استعمال ہوا ہو، تو اس کی گنجائش ہے، اور اگر تانے اور بانے دونوں میں یا صرف بانے میں (یعنی کپڑے کی چوڑائی کی طرف والے دھاگے کے طور پر) استعمال ہوا ہو، پھر مَر دوں کے لئے اس کا پہننا جائز نہیں ہوگا (کذافی ردالمحتار)

البتہ مصنوعی ریشم کے لباس سے بھی مَردوں کو پرہیز کرنا بہتر ہے؛ تاکہ ریشم کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت لازم نہ آئے، اور دیکھنے والوں کو اصل ریشم کا لباس پہننے کا شبہ پیدا نہ ہو۔

اور جس لباس کے بارے میں اصلی اور مصنوعی ریشم ہونے کا پتہ نہ چلے، اس سے بھی پرہیز کرنے میں ہی احتیاط ہے

(۱۲)......لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ عام حالات میں صاف ستھرا ہو، اور میلا کچیلا نہ ہو، اسلام میں صفائی ستھرائی کی بہت اہمیت دی گئی ہے۔ میلے کچیلے اور پسینے سے آلودہ کپڑے پہنے رکھنا شریعت کی تعلیم کے بھی خلاف ہے، اور طبی اعتبار سے تندرستی کے لئے بھی مضر ہے۔

(۱۳)......عام حالات میں سفید لباس پہننا افضل ہے، حضور ﷺ نے سفید لباس کو پسند فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

اَلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ (ابوداوٗد، کتاب اللباس، فصل فی البیاض؛ ترمذی؛ مسند احمد؛ صحیح ابنِ حبان)

سفید لباس پہنو، اس لیے کہ سفید لباس تمہارے اچھے کپڑوں میں سے ہے، اور سفید کپڑے ہی میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۸۱۰؛ سنن نسائی؛ ابنِ ماجه؛ مسند احمد)

سفید لباس پہنو، اس لیے کہ سفید لباس تمہارے کپڑوں میں زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے، اور سفید کپڑے ہی میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔

البتہ کسی دوسرے رنگ کا لباس پہننا بھی جائز ہے، اور کوئی گناہ نہیں جب تک کہ اس میں کوئی دوسری خرابی (مثلاً کسی دوسرے کی مشابہت) نہ پائی جارہی ہو (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب استحباب الثوب الابیض)

چنانچہ حضور ﷺ سے سفید رنگوں کے علاوہ بھی لباس پہننا ثابت ہے، اور بعض اوقات سبز رنگ کی دھاری دار چادر کا استعمال فرمانا اور اس رنگ کو پسند فرمانا بھی ثابت ہے (ترمذی، طبرانی)

(کذافی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۶۵۰۱، مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس)

البتہ اگر کوئی خاص رنگ کسی باطل اور بدعتی فرقہ کی پہچان بن گیا ہو، تو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔[۱]

---

[۱] أن كل سنة تكون شعار أهل البدعة تركها أولى (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة)

خواتین کو بھی سفید لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں، جس طرح کہ خواتین کو سفید رنگ کے کپڑے کے کفن دینے میں کوئی حرج نہیں، اور سفید رنگ کا لباس پہننے میں مَردوں کے ساتھ مشابہت کا شبہ درست نہیں۔

(۱۴)...... مَردوں کو خالص گہرے سرخ رنگ کا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ بعض روایات میں سرخ لباس کو شیطان کی زینت اور شیطان کا پسندیدہ رنگ قرار دیا گیا ہے (معجم کبیر طبرانی، الآحاد والمثانی لابنِ ابی عاصم، مصنف عبدالرزاق، شعب الایمان، فیض القدیر للمناوی)

البتہ اگر ہلکا سرخ ہو یا اس پر سرخ رنگ کی صرف دھاریاں ہوں، تو کوئی حرج نہیں (مرقاۃ)

(۱۵)...... مرد حضرات کو دھاری دار یا پھول دار لباس پہننا جائز ہے، بشرطیکہ خواتین کے ساتھ مشابہت لازم نہ آ رہی ہو؛ لیکن اگر اس کے باوجود حتی الامکان سادگی کو اختیار کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۱۶)...... کرتہ؛ لنگی؛ ٹوپی؛ عمامہ؛ چادر، یہ لباس عام طور پر حضور ﷺ سے منقول ہے، اور پاجامہ بھی، جیسا کہ آگے آتا ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب ج ۹ ص ۲۵۸)

(۱۷)...... کرتے کا گھٹنوں سے نیچے تک ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے (ترمذی)

اور اس کو صالحین نے اختیار فرمایا ہے، اور اس میں ستر کی پوری طرح حفاظت بھی ہو جاتی ہے، اس لئے کرتے کا گھٹنے سے نیچے تک لمبا ہونا افضل ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب ج ۹ ص ۲۵۶)

لہٰذا آج کل بعض مَردوں اور عورتوں میں غیر معمولی اونچا لباس (قمیص یا شرٹ) پہننے کا جو رواج چل نکلا ہے، جس میں شرم گاہ و ستر والا حصہ نہیں ڈھکتا، ایسا لباس استعمال کرنا سنت کے خلاف ہونے کے علاوہ حیاء و غیرت کے تقاضے کے بھی خلاف ہے۔ [۱]

(۱۸)...... مَردوں کے لئے لنگی اور پائجامہ (شلوار) دونوں میں سے کوئی ایک پہننا سنت ہے، حضور ﷺ نے اُس زمانے کے عام دستور کے باعث لنگی کا استعمال فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کو بھی آپ نے پسند فرمایا، اور بعض روایات میں اس کے پہننے کا بھی ثبوت و فضیلت ہے، اور عام لوگوں کے حق میں لنگی کے مقابلہ میں پائجامہ میں ستر کا لحاظ رکھنا زیادہ سہل ہے (احسن الفتاویٰ ج ۹ ص ۴۰، وفتاویٰ محمودیہ مبوب ج ۱۹ ص ۲۵۷، و ۲۷۵ بتغیر)

(۱۹)...... مرد حضرات کو کلیوں والا اور بغیر کالر اور بغیر کفوں کا کرتہ پہننا بہتر ہے، کیونکہ یہ اس وقت صلحاء

---

[۱] اور اسلام میں حیاء و غیرت کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا گیا ہے، کیونکہ حیاء و غیرت کے ختم ہونے یا چلے جانے سے بہت سے فتنے جنم لیتے ہیں، اور بعض اوقات ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے۔

واتقیاء کالباس ہے۔البتہ گول دامن اور عام کالراورکفوں والا کرتہ یاقمیص پہننے کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ یہ اب مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہے،اورکافروں وفاسقوں کامخصوص لباس نہیں ہے۔ [۱]

(۲۰)......تہبند اگر استعمال کیا جائے تو اس کا آگے سے سلا ہوا ہونا بہتر ہے ، تا کہ ستر کی حفاظت رہے،اوراگرآگے کی طرف سے سِلا ہوا نہ ہو، اوراحتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ ستر ظاہر نہ ہو،تو بھی کوئی حرج نہیں۔

البتہ ہندوستان میں لنگی کے نیچے والے ایک کنارے کوٹانگوں کے درمیان سے نکال کراوپر کی طرف کر کے پہننے کا ہندوؤں میں رواج ہے،مسلمانوں کواس سے پرہیز کرنا چاہیے(کذافی کفایت المفتی ،جلد۹صفحہ۱۶۷)

(۲۱)......تنگ اور چست لباس پہننا شرعاً بھی پسندیدہ نہیں،اوراس سےجسم کوآرام بھی نہیں ملتا،اور وہ جلد پھٹ بھی جاتا ہے،یہی حال تنگ جوتے کا بھی ہے کہ اس سے پاؤں کوآرام نہیں ملتا،دباؤ پڑنے سے انگلیاں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں،نیز پاؤں زخمی ہوجاتا ہے۔

(۲۲)...... پینٹ،شرٹ بنیادی طور پر کافروں کا ایجاد کردہ لباس ہے،اوراسلامی لباس نہیں ہے، کیونکہ اسلامی لباس کے جو اصول ہیں، وہ اس لباس میں نہیں پائے جاتے ،مزید براں اس میں کئی اصولوں کی خلاف ورزی بھی پائی جاتی ہے۔

---

[۱] حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے لباس کے بارے میں بہت عمدہ کلام فرمایا ہے، جواہلِ علم کے لیے انتہائی مفید ہے،جس کے چند اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

ہر زمانے کے لباس میں تشبہ بالصلحاء کا حقیقی معیار اس زمانہ کے خواص علماء وزہاد ہی کا لباس ہوسکتا ہے،اورعموماً وہی اوضاع امت کے کے حق میں اسلامی اوضاع سمجھی جاسکتی ہے، جوان کے صلحاء کے استعمالاتِ عامہ میں آرہی ہوں، اوربطورِقدرِمشترک استعمال کی جارہی ہوں، رہیں وہ اوضاع لباس جو عادةً نہ تو اتقیاءِ امت کے استعمال میں ہوں اور نہ اعداء اللہ ہی کا مخصوص شعار ہوں، اورادھراپنی اصل سے مباح بھی ہوں کہ نہ ان کا استعمال ضروری ہو نہ ترکِ استعمال ،تواس میں احتیاط اورتقویٰ کا مقتضیٰ یہ ہونا چاہئے کہ ایسی وضع قطع اختیار کرتے وقت عوام الناس ان خواص سے استفتاء کرلیں (اسلامی تہذیب وتمدن ص۱۸۶،۱۸۷)

بہرحال ان جدید اختراعات کوچھوڑ کر اگر کوئی لباس امت کے لباسوں کے صحت سقم کی کسوٹی بن سکتا ہے،تو وہ ہر دوراور ہرخطہ کے ان صلحاء کا لباس ہے،جن کی صلاح پر امت کی جمہوریت شاہد ہو، اوران کے علم وتدوین سے بَرملا انکار نہ کیا جاسکتا ہو، جولباس جس قدران کے لباسوں کے قریب ہوگا وہ حدودِ شرعیہ کے اندر رہے گا،اور جولباس ان کے فتاویٰ سے مستعمل ہوگا، وہ دائرۂ شریعت سے باہر نہ ہوگا،اس لئے مباحات لباس میں امت علم وعمل کی بدولت تشبہ بالصلحاء کی دولت سے مالا مال رہ سکے گی، ہاں ان کی خصوصی اوضاع میں ملبوس ہونا عوام کے لئے عزیمت ہوگا،اوران کے فتاویٰ کے دائرہ میں رہ کر جدید اختراعات سے استفادہ کرنا رخصت، پس رخصت یعنی جائزات کی حد میں رہنا واجب ہوگا،اورخصائل تشبہ تک پہنچنا مندوب ومستحسن (اسلامی تہذیب وتمدن ص۱۸۷،۱۸۸)

چنانچہ سبؔ سے پہلے تو یہ لباس عموماً جسم کے ساتھ چپکا ہوا اور چست ہوتا ہے(جو اسلامی تعلیم کے خلاف ہے)دوسرؔے یہ لباس بہت مختصر بھی ہوتا ہے، چنانچہ شرٹ اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ وہ عموماً سرین سے نیچے نہیں ہوتی، اور بعض اوقات آستینیں بھی آدھی ہوتی ہیں، تیسرؔے پینٹ عموماً ٹخنوں سے نیچے تک ہوتی ہے، اوراس کوٹخنوں سے اونچی کر کے پہننا رائج نہیں، اور شاید ہی کوئی پینٹ کوٹخنوں سے اونچی کر کے رکھتا ہو، چوؔتھے اس لباس کو پہن کر تواضع اور عاجزی کے بجائے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوتی ہے۔

اور اگر چہ اب یہ لباس کافروں کے علاوہ مسلمانوں میں بھی رائج ہو گیا ہے، اس لئے کافروں کے ساتھ تشبہ کی وجہ سے تو ناجائز وحرام نہیں رہا، لیکن اب بھی اس کے فاسقوں اور دین سے آزاد لوگوں کا لباس ہونے اور نیک صالح لوگوں کا لباس نہ ہونے میں شبہ نہیں۔

اس لئے عام حالات میں اس لباس کے پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ اگر مجبوری میں پہننا پڑ جائے تو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت پہننے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ممکنہ حد تک ڈھیلا کرالیا جائے اور شرٹ بھی کچھ لمبی کر کے پینٹ کے اوپر کی جائے، نیز پائینچے ٹخنوں سے اوپر رکھے جائیں اور مقصود بھی کافروں اور فاسقوں کی نقالی اوران جیسا بننا نہ ہو، بلکہ ضرورت ومجبوری کی وجہ سے اختیار کرے۔

(۲۳)......اسی طرح ٹائی کا بھی حال ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کا نہیں، بلکہ بنیادی طور پر کافروں کا لباس ہے، اورٹائی کے بارے میں مشہور ومعروف یہ بھی ہے کہ وہ عیسائیوں کی صلیب کا نشان وعلامت ہے۔ [۱]

اس لئے ٹائی کے استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، البتہ کسی معقول مجبوری سے پہنی پڑ جائے تو بقدرِ ضرورت ہی گنجائش ہوسکتی ہے۔

(۲۴)...... پینٹ، شرٹ نما چست لباس(ٹریک سوٹ)خواہ ورزش کے لئے استعمال کیا جائے، تب بھی اس کا حکم وہی ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا، اور ورزش کے لئے اس لباس کو خاص سمجھنا اور ڈھیلے لباس میں ورزش کو غیر مفید سمجھنا سراسر ورزش کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

(۲۵)...... پینٹ، شرٹ اور ٹائی پہن کر نماز پڑھی جائے تو نماز کا فریضہ اگر چہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن نماز مکروہ ہوتی ہے، البتہ اگر پینٹ، شرٹ چست نہ ہو بلکہ اتنی ڈھیلی ڈھالی ہو کہ اعضاء کی ساخت نمایاں نہ ہوتی ہو، اور پینٹ کے پائینچے ٹخنوں سے اوپر کر لئے جائیں تو بوقتِ ضرورت امید ہے کہ نماز مکروہ نہ ہوگی

---

[۱] اگر چہ تاریخی حوالوں سے اس کا صلیب کی علامت ہونا ثابت نہ ہو، جیسا کہ بے شمار دوسری اشیاء کا یہی حال ہے، کیونکہ اس کے لئے عرف وشہرت بھی کافی ہے، جو کہ موجود ہے۔

(جس کی تفصیل اوپر گزر چکی)

(۲۶)...... چُست چوڑی دار پائجامہ جو جسم کے ساتھ چپکا ہوا ہو، مَرد وعورت کسی کے لیے پہننا جائز نہیں، اور اگر ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو، تو مَردوں کے لیے اس کا پہننا دوسرا گناہ ہے (امداد الفتاویٰ، جلد۴ صفحہ ۱۲۷؛ احسن الفتاویٰ، جلد۸ صفحہ ۱۷؛ فتاویٰ محمودیہ مبوب ج۹ ص ۲۷۰)

(۲۷)...... بعض علاقوں (مثلاً ہندوستان کے گجرات اور بمبئی وغیرہ) میں پینٹ نما چست پائجامہ پہنا جاتا ہے، جس کی نیچے سے شکل پینٹ کی ہوتی ہے، اور اوپر سے پائجامہ کی طرح ازار بند ہوتا ہے۔

اگر یہ پائجامہ بھی اتنا چست ہو کہ جس سے جسم کی ساخت نمایاں ہوتی ہو، تو اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اور اگر اتنا چست نہ ہو بلکہ ڈھیلا ہو مگر اس کی بناوٹ پینٹ کی شکل کی ہو، تو اگرچہ فی نفسہٖ اس کو پہننا گناہ تو نہ ہوگا (بشرطیکہ مرد ہونے کی صورت میں ٹخنوں سے اوپر رکھے) لیکن پھر بھی یہ صلحاء واتقیاء کا لباس نہیں، اس لئے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہوگا۔

(۲۸)...... اگر پائجامہ شلوار نما زیادہ ڈھیلا نہ ہو، لیکن جسم کے ساتھ چپکا ہوا بھی نہ ہو، تو اس کا پہننا جائز ہے چنانچہ بعض علاقوں میں مغلئی نام کا جو پائجامہ استعمال ہوتا ہے، وہ جائز ہے؛ اسی طرح بعض علاقوں میں علی گڑھی نام کا جو پائجامہ استعمال ہوتا ہے (جس کے نیچے کی طرف سے پائنچے کا کنارہ پیچھے کی طرف کو کچھ اُبھرا ہوا ہوتا ہے) اس کے استعمال کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

(۲۹)...... چوڑے (یعنی کُھلے) پائنچوں کا سیدھا پائجامہ (جو عموماً ہندوستان میں رائج ہے) پہننا اگرچہ کافروں یا فاسقوں کے ساتھ تشبہ میں تو داخل نہیں، لیکن یہ صلحاء اور نیک لوگوں کا لباس نہیں، اس لیے اس کو نہ پہننا بہتر ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب ج۹ ص ۲۶۷)

(۳۰)...... مرد حضرات کو شیروانی پہننا بلاشبہ جائز ہے، بلکہ یہ قدیم سے مسلمانوں کا معزز لباس ہے، لیکن شیروانی کا اتنا زیادہ چست ہونا جس سے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو؛ یہ درست نہیں۔

(۳۱)...... سردی سے حفاظت کے لئے کوٹ، یا چسٹر استعمال کرنے کی گنجائش ہے، لیکن کیونکہ یہ صلحاء واتقیاء کا لباس نہیں ہے، اس لئے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۳۲)...... کرتہ کے اوپر واسکٹ یا سردی سے حفاظت کے لئے سویٹر اور جرسی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں

(۳۳)...... اسی طرح سردی سے یا گرد وغبار وغیرہ سے حفاظت کے لئے جراب اور موزے یا دستانے

پہننا جائز ہے، لیکن دستانوں پر یا عام کپڑے کے موزوں پر وضو کے دوران مسح کرنا درست نہیں۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری تالیف ''موزوں اور جرابوں پر مسح کے احکام'')

(۳۴)......کرتہ کے نیچے سردی یا پسینہ سے حفاظت کے لئے بنیان، اور پائجامہ کے نیچے کسی ضرورت مثلاً نجاست سے حفاظت کے لئے انڈرویئر یا نیکر پہننا بھی جائز ہے۔

(۳۵)......لباس پہنتے وقت سنت ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے لباس دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کا پردہ کروں اور زینت حاصل کروں''

(۳۶)......حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثابت ہے، اس لئے بوقتِ ضرورت پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثواب سے خالی نہیں، البتہ بلاضرورت اس کو اختیار کرنے سے اس لئے پرہیز کرنا چاہئے کہ آج کل یہ لوگوں کی توجہ کا باعث اور اس کی وجہ سے عجب وکبر اور ریا ونمود کا خدشہ ہے (احسن الفتاویٰ ج۹ ص۷۳ بتغیر)

(۳۷)......لباس پہنتے وقت دائیں جانب سے آغاز کرنا سنت ہے، مثلاً قمیص کرتا وغیرہ پہنیں تو پہلے داہنی آستین پہنیں، اور پھر بائیں آستین، اسی طرح پاجامہ وغیرہ پہنیں تو پہلے دائیں پیر میں ڈالیں پھر بائیں پیر میں۔ اور اتارتے وقت اس کے برعکس پہلے بائیں طرف سے اتارنا اور پھر دائیں طرف سے اتارنا سنت ہے۔ اور پاؤں میں جوتا پہنتے اور اتارتے وقت بھی یہی ترتیب اختیار کرنا سنت ہے۔

(۳۸)......لباس پہننے کے وقت قمیص پہلے پہنی جائے یا پاجامہ؟ تو اس میں گنجائش دونوں کی پائی جاتی ہے، البتہ ایک حدیث میں پاجامے سے پہلے قمیص پہننے کو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ بتلایا گیا ہے، اس لئے پاجامہ سے پہلے قمیص کا پہننا بہتر ہے (معجم کبیر طبرانی، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، معرفۃ الصحابۃ، فیض القدیر)

(۳۹)......لباس پہننے سے پہلے اس کو جھاڑ لینا چاہئے تاکہ اس میں کوئی موذی چیز ہو تو وہ نکل جائے۔

(۴۰)......مَردوں کو اپنے کرتہ وقمیص کی آستین گٹوں تک رکھنا سنت ہے (ابوداؤد)
اور گٹوں کا کھلا رکھنا بہتر ہے؛ اور ہاتھ کی انگلیوں سے آستین کا بڑھا ہوا ہونا خلافِ سنت ہے، البتہ ضرورت کے موقع پر (مثلاً سردی وغیرہ سے حفاظت کی خاطر) حرج نہیں (کذا فی امداد الاحکام، جلد۴ صفحہ ۳۲۴)

(۴۱)......جب نیا لباس تیار کریں اور پرانے لباس کو پہننے کی ضرورت نہ رہے تو اس کو دوسرے ضرورت

مندوں کو دے دینا چاہئے یا پھر گھر کی دوسری ضروریات میں استعمال کر لینا چاہئے، اس کو ویسے ہی پھینک دینا اور ضائع کر دینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

(۴۲)...... جوتے بھی ایک طرح سے لباس کا حصہ ہیں، کیونکہ یہ جسم کے ایک مخصوص حصہ کی حفاظت کا کام دیتے ہیں، اس لئے عام حالات میں پاؤں میں جوتے بھی استعمال کرنا چاہئیں، جوتوں کے بغیر چلنے پھرنے سے بعض اوقات ناپاکی یا گندگی پاؤں کو لگ جاتی ہے، بعض اوقات کوئی کانٹا وغیرہ لگ جاتا ہے، یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لیتا ہے۔

(۴۳)...... اگر ممکن ہو تو جوتوں کو پاک اور صاف رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ جسم پر پاک لباس کا ہونا ویسے بھی اچھا عمل ہے، اور بعض اوقات ان کو پہن کر بعض ایسے اعمال انجام دینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے جن کے لئے ان کا پاک ہونا ضروری ہے، مثلاً ان کو پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں جنازہ کی نماز پڑھنا

(۴۴)...... کپڑے پسینہ یا بارش سے بھیگے ہوئے ہوں تو بلا عذر ان کو زیادہ دیر تک جسم پر پہنے ہوئے رکھنا جسم کے لئے مضر ہو جاتا ہے، گیلے سیلے کپڑوں کے پہنے رہنے سے گٹھیا، بخار اور نزلہ وزکام کا خدشہ ہوتا ہے (دیہاتی معالج)

(۴۵)...... جمعہ وعیدین کے دن صفائی ستھرائی، اور زیب وزینت کے دن ہیں، اس لئے جمعہ وعیدین کے دنوں میں اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس پہننا افضل ہے، اور مرد حضرات کو عمدہ لباس میں عیدین اور جمعہ کی نماز پڑھنا بھی افضل ہے۔

(۴۶)...... کسی سے ملاقات وزیارت کے وقت اور اسی طرح کسی مجمع وتقریب میں شرکت کے وقت اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس پہننا افضل ہے، جبکہ کسی پر فخر وتفاخر اور دکھلاوے کی نیت نہ ہو۔

(۴۷)...... جو لباس کافروں کے ملک یا ان کی فیکٹری سے تیار ہوا ہو، اس کا استعمال کرنا مسلمانوں کو جائز ہے؛ البتہ اگر کسی مصلحت سے یا ان کے بجائے مسلمان کو فائدہ پہنچانے کے لیے، مسلمانوں کے ملک یا مسلمان کا تیار کردہ لباس پہنا جائے، تو بہتر ہے (امداد الاحکام، جلد ۴ صفحہ ۳۳۱)

(۴۸)...... مرد حضرات کو مروجہ طریقے پر ننگے سر رہنے سہنے کی عادت اسلامی اعتبار سے ناپسندیدہ اور خلافِ سنت ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور سر پر ٹوپی رکھنا یا عمامہ باندھنا چاہئے۔

(۴۹)...... ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا اور عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا، یہ دونوں طریقے حضور ﷺ اور صحابۂ کرام سے ثابت ہیں، لہٰذا دونوں عمل اپنی اپنی جگہ سنت ہیں۔ البتہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا زیادہ فضیلت کا

Idara Ghufran

باعث ہے۔لیکن ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننے کو ضروری سمجھنا؛ یا عمامہ کے بغیر ٹوپی کو مکروہ و معیوب خیال کرنا درست نہیں

(۵۰)......انگریزی ہیٹ (جس کے سب طرف چھجہ نما کنارا نکلا ہوا ہوتا ہے) پہننے سے اسلامی ٹوپی پہننے کی سنت ادا نہیں ہوتی، اور بنیادی طور پر یہ کافروں کی ایجاد کردہ ٹوپی ہے، اور اس کو پہننے سے اسلامی شان کا بھی اظہار نہیں ہوتا۔

اور آج کل عموماً اس کو فیشن اور فخر و تفاخر کے طور پر پہنا جاتا ہے، اور یہ نیک اور شریف لوگوں کا لباس نہیں سمجھا جاتا، اس لئے جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اس کے بجائے اسلامی طرز کی ٹوپی پہننی چاہئے (امداد المفتیین صفحہ ۹۷۹، کتاب الحظر والاباحۃ، باب اللباس والزینۃ)

(۵۱)......اسی طرح ایک اور انگریزی۔پی۔ کیپ نام کی ٹوپی (جس کے سامنے کی طرف چھجہ نما سخت کپڑا نکلا ہوا ہوتا ہے) یہ بھی اسلامی ٹوپی نہیں، اور بنیادی طور پر یہ بھی کافروں کی ایجاد کردہ ہے، اور اس کے پہننے سے اسلامی شان کا اظہار نہیں ہوتا۔ اگرچہ کافروں کا خاص شعار نہ ہو، اور اس کو آج کل عام طور پر دنیادار اور آزاد خیال لوگ ہی استعمال کرتے ہیں، اس لئے اس ٹوپی کے پہننے سے بھی مسنون طریقہ پر سر ڈھانکنے کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

(۵۲)......سردی اور گرد و غبار وغیرہ سے حفاظت کے لیے کانوں کو ڈھانکنے والی ٹوپی پہننا حدیث سے ثابت اور جائز ہے۔

(۵۳)......ایسا لباس کہ جس میں سر ڈھانپنے کے لیے ٹوپی لگی ہوئی ہو، اور وہ لباس نیچے کے جسم کے حصہ پر بھی پہنا جاتا ہو، صحابۂ کرام سے ثابت ہے، اس لیے اس کا پہننا جائز ہے۔

(۵۴)......آج کل جو علماء و صلحاء ٹوپی کے اوپر مخصوص رومال اوڑھتے ہیں، یہ احادیث سے ثابت ہے، اس لیے ٹوپی کے اوپر اس رومال کا اوڑھنا بھی سنت اور باعثِ ثواب ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہماری تالیف ''ٹوپی کی شرعی حیثیت'')

(۵۵)......مرد حضرات کا اوڑھے بغیر کندھے پر چادر یا رومال ڈالنا، یا اپنے ساتھ رکھنا سنت سے ثابت نہیں، البتہ چادر و رومال سے آپ ﷺ کا کثرت کے ساتھ سر ڈھانکنا احادیث سے ثابت ہے، اس لئے اگر کوئی چادر و رومال کو سر ڈھانکنے کے لئے ساتھ رکھے، اور کسی وقت (گرمی وغیرہ کی وجہ سے) ہاتھ میں یا کندھے پر ڈال لے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(جاری ہے..........)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط۲)

حضرت عارف باللہ، ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے یہ بیان جامعہ اشرفیہ، لاہور میں صیانۃ المسلمین کے پندرہویں اجتماع کے موقعہ پر مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ، بمطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو فجر کی نماز کے بعد فرمایا، جس کا دورانیہ تقریباً پون گھنٹہ پر مشتمل تھا، اور حاضرین کی تعداد، چار پانچ سو کے لگ بھگ تھی، اس بیان کو جناب مولانا جمیل احمد صاحب حیدرآبادی نے ٹیپ سے نقل کیا، اور عنوانات مرتب فرمائے، اور حضرت والا کی اجازت سے کتابت واصلاح کے بعد پہلی مرتبہ ماہنامہ التبلیغ میں اس کی افادۂ عام کے لیے اشاعت ہورہی ہے (ادارہ)

عقل کا تقاضا

اگر اس کائنات میں کوئی نبی اور رسول نہ آئے تو یہ انسان جو ہے اپنی اس عقل وفہم کیساتھ، جو کچھ بھی اسے اللہ تعالیٰ نے عطاء کی ہے، اس کائنات میں کھڑا ہو جائے تو وہ کسی مذہب کا تصور نہیں کرسکتا، قانون اور شریعت کا تصور نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ تصور ضرور کرے گا کہ یہ کائنات اور یہ کارخانہ جو ہے کوئی ایسی ذات چلا رہی ہے کہ جو بہت بڑی ذات اور اکیلی ذات ہے، لاشریک لہٗ ہے یعنی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

شراکت میں مناقشہ

اس لئے کہ شرک وشراکت حصہ داری میں بہت جھگڑے ہوتے ہیں، بہت معاملات پیدا ہوتے ہیں اور بہت رسّا کشی ہوتی ہے، آپ نے تھوڑا سا پاکستان میں رسا کشی دیکھی ہوگی، ساری اکھاڑ پچھاڑ ہوئی، ہمارے ملک کے وزیرِاعظم صاحب کی پچھلے دنوں ٹانگ کھینچ کر پھینک دیا گیا، سپریم کورٹ نے کہا کہ نہیں صاحب یہ ٹھیک نہیں کیا، پھر ان کو بحال کیا گیا، پھر جناب عالی ان کی ٹانگ کھینچ لی گئی، صوبوں کے معاملات گڑبڑ کردیئے گئے یہ اقتدار کی رسّا کشی تھی۔

کائنات میں دو خدا

اگر اس کائنات میں دو خدا ہوتے تو ان میں بہت بڑی رسّا کشی ہوتی، ایک کہتا کہ میں سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکالتا ہوں، دوسرا کہتا کہ میں شمال سے نکالتا ہوں، تیسرا کہتا کہ میں جنوب سے نکالتا ہوں، تو روز جھگڑا رہتا اور روز مصیبت آتی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورہ انبیاء آیت ۲۲)

کہ اگر اس زمین و آسمان میں دو معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے

بہرحال شراکت داری سے تو واقعی یہ پورا عالم فساد بن جاتا۔

کائنات کی رفتار

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے اندر اور زمین کے اندر جو کچھ نظام پیدا کیا ہے، سارا ہماری عقل وفہم کے مطابق ہے، جتنی چیزیں ہم ایجاد کرتے ہیں، جتنی مشینیں بناتے ہیں، اور جتنے پرزے ہم چلاتے ہیں انہیں بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً تیل ڈال رہے ہیں، آئیلنگ کررہے ہیں، پرزوں کی گھساوٹ کو درست کررہے ہیں، کہیں بول بیرنگ ڈال رہے ہیں، اور کہیں اس کے اندر گریس ڈال رہے ہیں، اور اب یہ چیز کم ہوگئی اور یہ چیز جام ہوگئی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کارخانہ ہے اس میں کوئی چیز نہیں گھس رہی ہے، اس میں کوئی فرق نہیں آرہا ہے، ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آرہا ہے، جو سورج کی رفتار ہے اور سال بھر کے جو منازل اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیئے وہ اسی طریقہ سے پورے کررہا ہے، ابھی تک سورج نے یہ نہیں کہا کہ مجھے گریس کی ضرورت ہے کہ میرا پرزہ گھِس رہا ہے، فلانی چیز ٹوٹ گئی ہے، فلاں صلاحیت وطاقت میری بدل گئی ہے اور گرمی میری بدل گئی ہے یہ سب اسی طریقہ سے ہے۔

حقیقتِ انسان

تو آسمانوں اور زمینوں کے اندر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اس میں حضرتِ انسان بھی داخل ہے، یہ بھی ایک دنیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ: **وَتَزْعَمُ اِنَّکَ جرمٌ صَغِیرٌ**

یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک معمولی سا کیڑا ہے جس سے تو پیدا ہوا، تیری اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں:

وَفِیْکَ الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ لیکن تیرے اندر، میں ایک بہت بڑی کائنات دیکھتا ہوں۔

انسان ایک کائنات ہے

اور واقعی انسان میں ایک بہت بڑی کائنات ہے، یہ خود ایک کائنات ہے۔ اگر وہ اپنے اوپر ہی غور کرے اور اپنے اندر ہی تھوڑا سا تفکر کرے تو اسے یہ پتہ چلے گا کہ انسان کو واللہ تبارک وتعالیٰ نے جو بنایا ہے اس کی تخلیق اور بناوٹ جو ہے وہ عجیب قسم کی ہے۔

ڈاکٹروں اور طبّی ماہرین نے حیرت کا اظہار کیا، سائنس دان اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک فیکٹری اور مشین کا کام ہوتا ہے، واقعی انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی ہی تخلیق ہے کہ یہاں انسان

کے جسم میں جگر بنایا، وہ جگر ایک کلیجی کا ٹکڑا ہے جسے آپ کلیجہ بھی کہتے ہیں، تو یہ ایک ایسی فیکٹری ہے کہ بیک وقت بیسیوں چیزیں بنا رہی ہے۔ اس سے صفرا بھی بن رہا ہے اور خون اور بلغم بھی بن رہا ہے، اور اس سے گلوکوز بھی بن رہا ہے اس سے جناب عالی چربی کے کلسٹرول بھی بن رہے ہیں اور نہ جانے کیا کیا چیزیں بن رہی ہیں، یہ ایک ہی کارخانہ ہے یہ ساری چیزیں بیک وقت بنا رہا ہے۔ اور آپ کے معدہ پر ۳ کلو صفرا مخصوص طریقہ سے آتا ہے تاکہ ہاضمہ ہو جائے اور جب آپ کا معدہ رُک جاتا ہے، جب مرغن اور ثقیل چیزیں کھاتے ہیں اور پیٹ آپ کا جواب دیدیتا ہے تو جگر کیساتھ ایک چھوٹا سا پتّہ لگا ہوا ہے، تو معدہ یہ کہتا ہے کہ بھئی کھانا ہضم نہیں ہو رہا ہے، تھوڑی سی مہربانی کرو تو وہ وہاں سے ایک قطرہ بھیج دیتا ہے اور وہ سارے کھانے کو ہضم کر دیتا ہے۔

ملکیت کا دعویٰ

اور پھر اس کارخانہ میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ میرا یہ ہاتھ ہے میرا یہ پیر ہے، یہ میرا سر ہے، یہ میری آنکھیں ہیں، یہ میرے کان ہیں، یہ میرا دل اور یہ میرا دماغ ہے اور یہ میرا معدہ ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ کچھ بھی میرا نہیں ہے۔

چنانچہ اگر آپ کا دل تیز دھڑکنا شروع کر دے، قلبی ٹینشن شروع ہو جائے، تو آپ اس سے یہ کہیں کہ تو تو میرا دل ہے، کیا گڑ بڑ کر رہا ہے، ذرا ٹھہر جا، سکون میں آجا تو وہ آپ کی بات نہیں مانتا، دل اگر فیل ہونا شروع ہو جائے اور آپ کہیں کہ بھئی کہاں جا رہے ہو مجھے چھوڑ کر تو وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔

آپ کے معدہ میں درد ہو جائے اور آپ کہیں کہ بھئی تو میرا معدہ اور میرا پیٹ ہے، اور تو کیوں درد کر رہا ہے؟ تو وہ آپ کی بات نہیں مانے گا، آپ کے ہاتھ میں درد ہو جائے، فالج ہو جائے یا کام کرنا چھوڑ دے، آپ کہیں گے کہ کیا کر رہا ہے تو، وہ آپ کی بات نہیں مانے گا، تو پھر وہ آپ کا کہاں ہوا، وہ تو کسی اور کے ماتحت اور کسی اور کے قابو میں ہوا، واقعی آپ کی کوئی چیز نہیں ہے۔

اعضاء جوارح کا مالک اللہ تعالیٰ ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوبَنَا وَ نَوَاصِیَنَا وَجَوَارِحَنَا بِیَدِکَ لَم تُمَلِّکْنَا مِنھَا شَیْئًا یعنی (یا اللہ ہمارے دل اور سر تا پا ہم اور اعضاء ہمارے تیرے قبضہ میں ہیں، نہیں اختیار کامل دیا تو نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر)

غرضیکہ آپ نے یہ جو ہمیں جوارح عطاء کئے ہیں، اس میں سے کسی چیز کے ہم مالک نہیں (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم

اسلامی بینکاری پر چند شبہات کا سرسری جائزہ (قسط ۱)

۷۸۶

برادر مکرم جناب مولانا محمد رضوان صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

مدینہ منورہ سے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب قدس سرّہٗ کے صاحبزادہ کا مکتوب موصول ہوا تھا جس میں غیر سودی بینکاری سے متعلق جامعہ دارالعلوم کراچی کے موقف پر تنقید کی گئی تھی اور احقر کو اس سے رجوع کی تاکید بھی کی گئی تھی۔ احقر کا جواب کچھ مفصل ہو گیا اس کی ایک کاپی آنجناب کی خدمت میں بغرض ملاحظہ ارسال ہے۔ اس میں سے کوئی حصہ شاید جناب کے کام آجائے۔ والسلام

محمود اشرف غفراللہ لہٗ (جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی) ۲۴/۴/۱۴۳۰ھ

حضرت مفتی صاحب موصوف کا یہ مضمون اہلِ علم کے لئے خاص طور پر مفید ہے، اس لئے افادیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب موصوف کی اجازت سے اس کی اشاعت کی جارہی ہے............ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ محترم جناب مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب زاداللہ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

میزان بینک سے متعلق جناب کا گرامی نامہ اس ناچیز کے نام موصول ہوا، احقر نے توجہ سے اسے پڑھا۔ آپ نے جن دینی جذبات سے اپنا خط تحریر کیا ان کی بھی دل میں قدر ہوئی کہ آنجناب نے آخرت میں نجات کی خاطر اس ناچیز کو نصائح تحریر فرمائیں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ وحفظنا من خزی الدنیا وعذاب الاٰخرۃ.

آپ سے برادرانہ تعلق تو بحمداللہ پہلے سے ہے، پھر آپ مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ میں تشریف فرما ہیں جس کی خاک کے حقیر ترین ذرہ کی طرف مجھ جیسے ناپاک کی ادنیٰ نسبت باعثِ سعادت ہے، نیز آپ احقر کے استاذِ مشفق حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند ہیں اور بحمداللہ احقر کو ان سے افتاء کے معاملہ میں تلمّذ کی سعادت بھی نصیب ہے، جب ۱۹۷۱ء میں جامعہ اشرفیہ سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے دادا حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرہٗ کی خدمت میں تخصص فی الافتاء کی تربیت کے لئے جامعہ دارالعلوم کراچی حاضر ہوا تو اس وقت حضرت قدّس سرہٗ تو مشرفِ اعلیٰ تھے اور حضرت مولانا محمد

عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدّظلہما ہمارے نگران اور مربی تھے اور اوّلین تصحیح یہی تین حضرات کیا کرتے تھے، حضرت استاذ یعنی آپ کے والد ماجد مکرّم نے اس کے بعد بھی ہمیشہ احقر پر شفقت ہی کا معاملہ رکھا جس کی تفصیل طویل ہے، اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو اسے ضبط کرنے کا ارادہ ہے، اس لئے آپ کے گرامی نامہ کو احقر بہت اہمیت دیتا ہے۔

ان قدیم تعلقات کے پس منظر کی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ احقر اپنے دل کی بات آپ کو بے تکلفی سے تحریر کردے تا کہ سب پہلو آپ کے سامنے آ جائیں۔

(ا)......میزان بینک ہو یا دوسرے غیر سودی بینک جنہیں آج کل اسلامی بینک کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی سے احقر کا تعلق نہیں، نہ احقر ان میں سے کسی کا مشیر ہے، نہ نگران، نہ شریعہ ایڈوائزر، نہ احقر کے ان سے مالی معاملات ہیں، اپنی نا اہلی، طبعی افتاد کے علاوہ منجانب اللہ ایسے حالات رہے کہ احقر ان بینکوں سے دور ہی رہا اور اب تک دور ہے، البتہ ان غیر سودی بینکوں میں سے ایک بینک کے اندر میرا عام شہری کی طرح ایک اکاؤنٹ ہے جس سے میں بقدرِ ضرورت اپنی حاجت پوری کر لیتا ہوں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے ذاتی طور پر یہ دریافت کرتا ہے کہ میں اسلامی بینکوں سے مالی معاملہ کروں یا نہ کروں تو میں اس سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا وہ سودی بینکوں سے معاملات کرتا ہے یا نہیں۔

(الف)......اگر وہ یہ بتاتا ہے کہ میں نے سودی بینکوں سے کبھی کوئی معاملہ نہیں کیا اور میں اس کے بغیر بھی کام چلا سکتا ہوں تو میں اسے یہی کہتا ہوں کہ وہ غیر سودی بینکوں سے بھی دُور رہے اور ان سے معاملہ نہ کرے۔ وجہ یہ ہے کہ اوّل تو غیر سودی بینکوں میں بھی تمویل کے جتنے معاہدے ہوتے ہیں وہ بہر صورت مُداہنت پیدا کرتے ہیں جو قوی ضرورت کے بغیر اختیار کرنا اچھا نہیں۔

دوسرے یہ کوئی عوامی فلاح کے ادارے نہیں ہیں جن کے پیشِ نظر عوامی فلاح ہو، یہ خالص تجارتی ادارے ہیں۔ ان کے مالکان اور ذمہ داران میں سے ایک تعداد اُن لوگوں کی بھی ہے جن کی نشو ونما سرمایہ داری پر مبنی سودی بینکاری کے ماحول میں ہوئی ہے اور وہ اسلامی نظامِ عدل سے کماحقہٗ واقف نہیں، تجارتی ادرے ہونے کی بناء پر ان کا مقصد منافع حاصل کرنا ہے اور اپنی ٹھاٹ باٹھ کی زندگی، غیر معمولی تنخواہوں اور دیگر غیر معمولی سہولیات کو تحفظ دینا ہے اور بسا اوقات خواہ جائز عقود ہی کے ذریعہ یہ عوام کے روپے سے ان کو نفع تو کالعدم دیتے ہیں اپنے نفع کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو غیر سودی بینک تو کہتے ہیں لیکن ان کو اسلامی بینک کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ کہیں سبقتِ قلم سے لکھ دیا ہو یا شہرت کی بناء پر کہہ دیا جاتا

Idara Ghufran

ہوتو اور بات ہے۔ بہرحال انہوں نے ''اسلامی بینکاری'' کا مثالی نمونہ ابھی تک پیش نہیں کیا۔

تاہم ان میں سے جو بینک مستند اور محتاط علمائے کرام کی نگرانی میں چل رہے ہوں ان کی مذکورہ بالا کوتاہیوں کے باوجود اتنی بات قابلِ تحسین ہے کہ انہوں نے عوام اور تاجروں کو حرام سے بچنے کا موقع فراہم کردیا ہے اور جو لوگ اپنی تجارت یا اپنے روپے کی حفاظت کے لئے بینکوں سے معاملہ کرنے پر مجبور ہیں ان کے لئے سود کے حرام معاملات میں پھنسنے کے بجائے ان غیر سودی بینکوں کے ذریعہ حرام سے بچنے کا ایک راستہ نکال کر علمائے کرام نے ایک قابلِ قدر اور قابلِ ستائش کوشش کی ہے۔

(ب)...... البتہ اگر وہ یہ بتاتا ہے کہ میں سودی بینکوں سے مالی معاملہ کرتا ہوں یا اپنی کسی مصلحت کے تحت ان کے ساتھ مالی معاملہ کرنا چاہتا ہوں تو پھر احقر اس کو یہ تاکید کرتا ہے کہ وہ سودی بینکوں سے ہرگز رجوع نہ کرے کیونکہ وہ قرض اور سود کا معاملہ ہوگا جس کے حرام ہونے میں کسی کو شبہ نہیں، اس سے وہ سخت گنہگار ہوگا جس سے بچنا واجب ہے۔ اور اگر وہ بینکوں سے مالی معاونت ہی چاہتا ہے تو ایسے غیر سودی بینکوں سے رجوع کرے جن کے مالی معاملات کی نگرانی مستند اور محتاط علمائے کرام کرتے ہیں اور جو بیعِ مرابحہ، مساومہ، بیعِ سلم، مشارکہ، مضاربہ، استصناع اور اجارہ وغیرہ کے جائز اور معروف شرعی عقود کے ذریعہ صارف کو مالی معاونت فراہم کرتے ہیں اور اپنا نفع کماتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی دوشہروں یا دوملکوں کے درمیان تجارت کرنا چاہے یا بڑے پیمانے پر تجارتی مقاصد حاصل کرنے ہوں تو تاجروں کے لئے اکثر اوقات، بلکہ اب تو عام افراد کے لئے بھی بینکوں سے کچھ نہ کچھ تعلق کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ احقر کے علم میں کوئی معروف مدرسہ ایسا نہیں جس کا بینک اکاؤنٹ نہ ہو، ہر دینی رسالہ میں اس کے بینک اکاؤنٹ کا نمبر طبع کیا جارہا ہے۔ ہاں، کچھ مدارس کے اکاؤنٹ کمرشل سودی بینکوں میں ہیں اور کچھ دینی مدارس کے اکاؤنٹ غیر سودی بینکوں میں۔

(۲)...... احقر دیانت داری سے یہ بات سمجھتا ہے کہ سودی نظام سے بچنا فرض عین ہے اور اس کا واحد متبادل بیع ہے جسے قرآن کریم نے خود ربا کی حرمت سے پہلے ذکر کیا ہے اور بیع اور مالی معاملات کی وہ تمام اقسام جو کتبِ فقہ میں ثابت ہیں یا حدودِ شریعت میں آتی ہیں وہ سب سودی نظام کا متبادل ہیں۔ ان جائز شرعی صورتوں کی مالیاتی نظام میں عملی تطبیق امت کے علماء کے لئے فرضِ کفایہ کی حیثیت رکھتی تھی اور بحمداللہ یہ فرضِ کفایہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے منجانب اللہ توفیقِ خاص کے

ساتھ ادا کیا ہے جس میں عالمِ اسلام کے نامور علماء بھی ان کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے یہ کام اپنے والدِ ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرّہٗ کی سرپرستی، حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب قدّس سرہٗ کے نصائح کی روشنی میں شروع کیا اور امتِ اسلامیہ نے بحثیت مجموعی اسے قبول فرمایا ہے، البتہ اس میں اصلاح اور بہتر سے بہتر کی کوشش مسلسل جاری ہے جس کا ہر سطح پر خصوصی اہتمام کیا جارہا ہے۔

اسلامی بینکاری کا جو نظام وضع کیا گیا ہے وہ قرض اور سود پر مبنی نہیں ہے بلکہ بیع، اجارہ، مشارکہ، مضاربہ، استصناع، سلم وغیرہ کے معروف شرعی طریقوں پر مبنی ہے البتہ اس کی عملی تنفیذ میں جو جزوی دشواریاں پیش آتی ہیں ان کا حل فقہاءِ امت کی عبارات اور فتاویٰ کی روشنی میں تجویز کیا گیا ہے لیکن ان ذیلی جزئیات کی وجہ سے وہ معاملہ نہ قرض میں تبدیل ہوتا ہے نہ سود میں، البتہ ان ذیلی جزئیات کا متبادل بھی سوچا جا سکتا ہے اور اس کی کوششیں جاری ہیں اور اس میں اصلاح کی ہر تجویز کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے اور کیا جاتا ہے۔

(۳)......آپ نے اپنے گرامی نامہ میں متفقہ فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔'متفقہ' اور 'متفق علیہ' کے ان الفاظ کی اصل حقیقت کیا ہے، یہ تو کچھ عرصہ بعد ہی معلوم ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی میں سے ہر شخص نے اسے قبولِ حق کی نیت سے دیکھا اور 'مروّجہ اسلامی بینکاری' نامی کتاب کو بھی اس نیّت سے مطالعہ کیا کہ اس میں جو بات درست ہو اسے لے لیا جائے کیونکہ یہی ہمارے اکابر کا طریق ہے، خود احقر نے اسے مکمل طور پر بہت اطمینان سے پڑھا، لیکن افسوس کہ چند باتوں کے سوا مذکورہ کتاب کی اکثر باتیں خلافِ واقعہ امور پر مبنی ہیں۔

(الف)...... غیر سودی بینک میں ہونے والے مالی معاملات کی غلط تعبیر یا خلافِ واقع تعبیر کر کے اعتراض کیا گیا ہے۔ حالانکہ بینک میں عملاً وہ صورت نہیں تھی جو کتاب میں فرض کی گئی ہے۔ آنجناب کی تحریر میں بھی اسی طرح کے اعتراضات ہیں جو احقر آگے تحریر کر دے گا۔

(ب)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدّظلہم کی وہ عبارات جو سودی اکاؤنٹس کے رد میں لکھی گئی تھیں انہیں (بڑی چالاکی کے ساتھ) غیر سودی معاملات پر منطبق کیا گیا ہے اور بار بار کتاب میں ان عبارات کا تکرار کیا گیا ہے جو احقر کے خیال میں بددیانتی کے زمرہ میں آتا ہے۔

(ج)......معروف فقہی معاملات: بیع مرابحہ، اجارہ، سلم، استصناع وغیرہ کو حیلے قرار دیا گیا ہے اور اس بارے میں حضرت مدّظلہم کی عبارات اور سرمایہ داروں کے مقابلہ میں کئے جانے والے خطابات کو سیاق و

سباق سے ہٹا کر اپنے مطلب کے مطابق فٹ کیا گیا ہے۔

(د)...... یہ دعویٰ کیا گیا کہ سودی نظام کا متبادل بتانا ہمارے لئے کوئی ضروری نہیں، حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے 'احلّ الله البیع وحرّم الربوا'' میں ربا کی حرمت کو بعد میں ذکر فرمایا ہے اوراس کے متبادل (بیع) کی حلّت کو پہلے ذکر کیا ہے۔

(ہ)......حضرت مدّظلہم پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ اپنے آپ کو عملاً معصوم سمجھتے ہیں۔

(ز)......مولانا حبیب اللہ شیخ صاحب مدظلہم کی تحریر اور دارالافتاء بنوری ٹاؤن سے شائع ہونے والی کتاب میں جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں وہ اعتراضات خود حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم ہی نے سب سے پہلے اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے تھے اور ان کے جوابات بھی حضرت مدظلہم نے دیئے تھے وہی اعتراضات کچھ اضافوں کے ساتھ پھیلا کر بیان کردیئے گئے ہیں۔

(ح)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنی کسی تحقیق کو کبھی حرفِ آخر قرار نہیں دیا بلکہ ایک توجیہ، ایک وجہۃ النظر کے طور پر علماء کے سامنے پیش کیا تھا؟ جیسا کہ ان کی تصانیف میں جگہ جگہ بآسانی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ ان کے مخالفین نے اپنی بات اور اپنی تحقیق کو حرفِ آخر قرار دے کر حضرت مدظلہم سمیت عالمِ اسلام کے نامور علماء اوراپنے جملہ مخالفین کو خطا کار، اتباعِ ھویٰ کی غلطی میں مبتلا سُود جیسے صریح حرام کا مرتکب قرار دیا ہے۔ کیا تحقیقی، اجتہادی مسائل میں اختلاف کا یہی طریقہ ہے؟ ہر غیر جانبدار دیندار مسلمان بآسانی اندازہ کرسکتا ہے کہ کس کا اختلاف 'اختلاف امتی رحمۃٌ' کا مصداق ہے اور کونسا فریق جذبات میں مبتلا ہو کر تفسیق وتضلیل کی راہ پر گامزن ہوا ہے۔

(ط)......احقر کے جلیل القدر استاذ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کسی عالم کو تدریس اور افتاء کے کام میں تیس سال کا عرصہ نہ گزر جائے اس کی تدریس اور اس کا فتویٰ قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔ 'متفقہ فتویٰ' پر جن مفتیانِ کرام کے دستخط ہیں ان کے احترام کے باوجود احقر کو ان میں سے بیشتر حضرات سے واقفیت نہیں۔ بعض احباب نے یہ بتایا کہ ان دستخط کرنے والے حضرات میں سے کچھ کے افتاء کی عمر پانچ، دس سال سے بھی کم ہے۔

(۴)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے موقف کے مخالف علماءِ کرام کے احترام کے باوجود احقر ایمانداری سے یہ بات سمجھتا ہے کہ:

(الف)......اکابر علماء اور فقہاء کی جتنی صحبت اور ان سے فقہی استفادہ کی جتنی توفیق حضرت مدظلہم کو

نصیب ہوئی ہے ان کے مخالف مفتیانِ کرام میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

(ب)......کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی کی جتنی علمی اور دینی خدمت کی توفیق حضرت مدظلہم کو منجانب اللہ عطا ہوئی ہے اس کے عُشر کی توفیق بھی ان کے موجودہ مخالفین میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

(ج)......سود کے خلاف جتنا علمی اور عملی کام حضرت مدظلہم نے کیا ہے اور فکری، نظریاتی اور عملی میدان میں سود کے حامیوں کو جتنا زیر کیا ہے اس کا بیسواں حصہ بھی ان کے موجودہ مخالفین میں سے کسی نے نہیں کیا شائد جناب کے علم میں نہ ہو لیکن پاکستان کے باخبر علماء جانتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کو شریعت بنچ سپریم کورٹ سے اسی لئے علیحدہ کیا گیا تھا کہ وہ حکومت کو سود کے خاتمہ کے لئے مزید مہلت دینے پر تیار نہ تھے۔ حکومت نے اس کا حل یہ نکالا کہ مولانا مدظلہم کو سپریم کورٹ سے علیحدہ کیا، ان کی جگہ ایک دوسرے عالم کا تقرر کیا اور پھر اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروا کے مسئلہ کو کھٹائی میں ڈال دیا، اس کے بعد ہی حضرت مدظلہم نے نجی شعبہ کے راستہ سے سودی نظام کے خاتمہ کی کوششیں تیز کیں اور متبادل غیر سودی بینک تیزی سے قائم ہونے شروع ہوئے جو سودی نظام کے حامیوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں کیونکہ اس غیر سودی نظام سے سودی اداروں پر بڑی کاروباری ضرب لگی ہے۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جس شخص کی زندگی کے تیس سے چالیس سال سود کے خلاف علمی اور عملی جہاد کرتے ہوئے گزر گئے ہوں، جس کی قرآن وسنت پر نظر معروف ہو اور جس کی پوری زندگی احتیاط فی الکلام اور احتیاط فی الفتویٰ میں گزری ہو ان پر سود کی حمایت کا الزام وہ لوگ لگا رہے ہیں جن کی سود کے خلاف محاذ پر اپنی خدمات صفر کے برابر ہیں اور جن کی جدوجہد کا بڑا حصہ غیر سودی بینکوں کو حرام قرار دینے پر صرف ہو رہا ہے۔

(د)......حضرت مدظلہم کو عالمِ اسلام کے دیندار مسلمانوں اور عام علماء اور محققین علماء میں اعتماد اور قبولیت کا جو درجہ بحمد اللہ حاصل ہوا وہ ان کے موجودہ مخالفین میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں اسی لئے انفرادی طور پر چونکہ حضرت پر اعتراض آسان نہ تھا اس لئے مخالفین مجتمع ہو کر حضرت کی اکیلی ذات پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ان کے متفقہ فتاویٰ اور مطبوع کتاب کا پورا نشانہ صرف اُن کی ایک ذات، ایک شخصیت ہے، البتہ ایک جگہ ان کے محترم ومکرم بھائی صاحب مدظلہم العالی اور ایک جگہ ان کے اکابر میں سے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اپنے فتویٰ کو وزنی بنانے کے لئے انہوں نے ایک قابلِ احترام بزرگ شخصیت کو بھی افتاء میں شامل کرلیا جو خود یہ فرماتے ہیں کہ میں مفتی نہیں

(۵)......حضرت مدظلہم پر یہ اعتراض کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنے خلاف لکھی جانے والی تحریروں اور مضامین کا جواب کیوں نہیں دیا؟ جناب نے بھی یہ الزام نقل فرمایا ہے۔ احقر ایمانداری سے یہ سمجھتا ہے کہ حضرت کا یہ طریقہ ہی مناسب رہا ہے اور یہی اکابر کا طریقہ ہے کہ جو بات ہمیں **فیما بیننا و بین اللہ** درست معلوم ہو وہ لوگوں کے سامنے بیان کردی جائے۔ لیکن اپنی بات پر ضد یا ہٹ دھرمی کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے نہ بلاوجہ اپنی بات کی پیچ کر کے اسے منوانے کی کوشش کرنی چاہیئے بلکہ جو بات حق سمجھی جائے اسے حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ آگے بیان کردیا جائے اور پھر نتیجہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے یہاں قبولیت پر اور امت اسلامیہ کی قبولیت پر چھوڑ دیا جائے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

جو بات دینِ حق کے مطابق ہوتی ہے اُسے اللہ تعالیٰ قبول فرما کر جاری فرمادیتے ہیں اور امتِ اسلامیہ اور آگے آنے والی نسلیں اسے قبول کرلیتی ہیں اور فریقِ مخالف کا موقف صرف کتابوں میں یا تاریخی روایات میں باقی رہ جاتا ہے اور اگر دونوں اجتہادی ہوں تو امت کے لئے ان دونوں کو جاری فرمادیا جاتا ہے۔ اس لئے یہی طریقہ مناسب ہے کہ اپنی بات کہنے کے بعد نہ اس پر اصرار کیا جائے نہ اس کے دفاع کی کوشش کی جائے۔ بلکہ معاملہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کردیا جائے، البتہ اگر کسی جگہ اپنی غلطی واضح نظر آئے تو اس سے رجوع کرلیا جائے چنانچہ حضرت مدظلہم نے بھی کبھی اپنی بات پر اصرار نہیں کیا، نہ کبھی یہ کہا کہ میری تحقیق حرفِ آخر ہے اور متعدد معاملات میں رجوع کر کے شائع بھی کیا، البتہ جسے انہوں نے فیما بینہ وبین اللہ درست سمجھا اسے لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔ اور کبھی بھی اپنی بات کو سو فیصد درست ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی تحقیقات کے دفاع کی بھی کوشش نہیں فرمائی۔

آج سے تقریباً چار یا پانچ سال قبل درالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کے ایک رفیق مولوی عبداللہ نجیب صاحب نے احقر کی نگرانی میں مولانا حبیب اللہ شیخ صاحب مدظلہم کی کتاب کا جواب لکھنا شروع کیا۔ کچھ صفحات تحریر ہوگئے تو موصوف نے احتیاطاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم سے رجوع کیا لیکن حضرت نے اپنے دفاع کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ بلاوجہ کیوں میرا دفاع کیا جائے؟ چنانچہ وہ کام پھر آگے نہیں بڑھایا گیا۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۲۰)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درج ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

جامعہ اسلامیہ میں تقرری

طالب علمی سے فراغت کے بعد کوثر مسجد محلّہ امر پورہ راولپنڈی میں قاری محمد یوسف صاحب مرحوم سے جب میری شناسائی ہوئی، تو ان کے ہاں ہی حضرت قاری حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتھم (شیخ التجوید جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر) سے بھی ملاقات وشناسائی ہوئی، جو کہ قاری محمد یوسف صاحب کے پاس کبھی کبھار تشریف لاتے تھے اور پھر اسی عرصے میں جلد ہی حضرت قاری حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتہم کے توسط سے حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر میں افتاء وتدریس کے لئے تقرری عمل میں آئی، جامعہ اسلامیہ میں تقرری ۲۳/صفر ۱۴۱۳ھ (بمطابق ۲۳/ اگست ۹۲ء بروز اتوار) کو ہوئی......درمیان سال میں کسی دینی مدرسہ میں تقرری ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے، لیکن حسنِ اتفاق کہ انہی دنوں جامعہ اسلامیہ کے ایک مدرس جو کچھ فتویٰ نویسی کا کام بھی کیا کرتے تھے، کسی عذر کے باعث چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور وہاں مدرس اور مفتی کی ضرورت تھی جامعہ اسلامیہ کے مہتمم حضرت اقدس مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم تھے جو خود بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک اجل خلیفہ ’’حضرت مولانا عبدالرحمان کیمبلپوری صاحب رحمہ اللہ‘‘ کے صاحبزادے ہیں، اس لئے جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے ساتھ ہی قاری صاحب موصوف مذکور کے ساتھ درس وتدریس کے کام میں کوئی توحش محسوس نہیں ہوا اور قاری سعید الرحمان صاحب زید مجدہم بھی بندہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ اور شفقت والا تعلق رکھتے تھے، فجز اہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

بہر حال جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے بعد بندہ نے وہاں سے درمیان میں چلے گئے مدرس صاحب کی باقیماندہ کتب کے اسباق کی ذمہ داری سنبھالی، اور افتاء کی خدمت بھی بندہ کے سپرد ہوئی۔

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ نے بندہ کو روانہ ہوتے وقت جو نصیحت و دعا فرمائی تھی، اس میں یہ نصیحت و دعا بھی شامل تھی کہ دین کی خدمت کو اپنا نصبُ العین اور مقصدِ زندگی بنا کر رکھنا اور اللہ تعالیٰ آپ کو کسی کی ماتحتی میں یا پھر خود مختار ہو کر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں...... حضرت کی اس نصیحت و دعاء کا اثر تھا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ نے فراغت کے بعد بہت جلد درمیان سال میں ہی جامعہ اسلامیہ میں تقرری کی نعمت عطا فرمائی جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے بعد درس و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کی بھاری ذمہ داری بھی سر پر عائد ہوگئی، اور مبتدی ہونے اور کچھ اپنی نا اہلی کی وجہ سے فتویٰ نویسی کی بھاری ذمہ داری کو نباہنا آسان کام نہ تھا، خصوصاً جبکہ کوئی قریب میں فتوے کے شعبہ کا رہبر اور مشیر بھی میسر نہ تھا، اس لئے فتوے کے کام میں کافی الجھن اور تشویش لاحق رہتی تھی، اسی پریشانی کے عالم میں متعدد اکابر کی خدمت میں اپنی نالائقی کی حالت پیش کر کے دعا، ہدایات و نصائح کی درخواست کی، جس سے بحمداللہ اکابر نے محروم نہیں فرمایا، فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ ان اکابر میں سے بعض ہستیاں تو اب دنیا میں موجود بھی نہیں ہیں (مثلاً فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی، وحضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب رحمہما اللہ وغیرہما) اور بعض حضرات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات ہیں۔ [۱]

ان حضرات کی پیش فرمودہ نصائح میں یہ نصیحت بھی شامل تھی کہ فتوے کا کام بہت ذمہ داری کا کام ہے، جس میں فتویٰ دھندہ کا ایک قدم جنت میں تو دوسرا جہنم میں ہوتا ہے، لیکن ذمہ داری سمجھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے اور استعانت حاصل کرتے ہوئے جب یہ کام انجام دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت شاملِ حال ہو جاتی ہے...... ان حضرات کی دعا کے نتیجہ میں اس ذمہ داری کو ٹوٹے پھوٹے انداز میں انجام دینے کی توفیق حاصل ہوتی رہی، اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی کسی حد تک چلتا رہا۔

جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے بعد شروع میں تو میری رہائش گاہ چاہ سلطان کے اسی مکان میں تھی جس میں الحمدللہ تعالیٰ آج ادارہ غفران قائم ہے، اور یہ جگہ اس وقت کرایہ پر لی ہوئی تھی۔

یہاں سے جامعہ تک آمد و رفت بس یا ویگن کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی، اور دونوں طرف کچھ دور پیدل آمد و رفت کرنی پڑتی تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایک موٹر سائیکل کی شکل میں ذاتی سواری کا انتظام فرما

---

[۱] جن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، اور صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی بھی شامل ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ عاطفت قائم رکھیں۔ آمین۔
ان حضرات گرامی کے وہ مکتوبات بحمداللہ تعالیٰ محفوظ ہیں، ممکن ہے کہ کسی مناسب موقع پر ان کی اشاعت کر دی جائے۔

دیا۔ اور جامعہ میں تقرری کے آخر تک اسی کے ذریعہ سے آمد ورفت ہوتی رہی، جامعہ میں میرے اسباق اور فتویٰ نویسی کا وقت ظہر سے پہلے پہلے تک تھا، ظہر سے پہلے یا بعد میں گھر آجاتا تھا، چند دن بعد مسجد امیر معاویہ کوھاٹی بازار میں خطابت شروع کرنے کے بعد رہائش بھی کوھاٹی بازار میں منتقل ہوگئی۔

لیکن جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے بعد وہاں طلبہ کے مجموعی حالات سے اطمینان نہ تھا اور جلال آباد وغیرہ میں طلبہ کی طرف سے اپنے اساتذۂ کرام کا جو احترام اور جو اخلاقی وعلمی صلاحیتیں تھیں، اس کے مقابلہ میں یہاں طلبہ میں بہت کمزوری محسوس ہوا کرتی تھی، اس کے علاوہ تعلیم وتربیت کے شعبوں میں بھی وہ بات نظر نہیں آتی تھی جو جلال آباد میں موجود تھی، اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے کبھی کبھار تعلیمی شعبہ سے وحشت سی محسوس ہوا کرتی تھی اور دل میں انقباض وتکدر پیدا ہوتا رہتا تھا۔

اگر چہ میں اپنے طور پر کوشش کیا کرتا تھا کہ طلبہ میں اس قسم کا ذوق وشوق پیدا ہو، اور تعلیمی اوقات کے علاوہ وقتاً فوقتاً بھی اپنے طور پر انفرادی یا اجتماعی طور پر کوشش رہتی تھی، مگر مطلوب کے حاصل ہونے میں ہمیشہ دشواری پیش آتی تھی، اور اس کی شکایت اپنے بعض بزرگوں، خصوصاً حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم سے بھی تحریراً وتقریراً کرتا رہتا تھا...... اکابر کا اس سلسلہ میں قدر مشترک کے طور پر موقف یہ تھا کہ اپنی طرف سے اصلاحِ احوال کی ممکنہ کوشش جاری رکھئے اور جو چیز اپنے اختیار میں نہیں، اس کے لئے دعا کرتے رہئے۔

بہر حال وقت گزرتا رہا، اور یہ طبعی اضطراب اور داخلی کشمکش جاری رہی۔

جامعہ اسلامیہ میں ہفتہ وار اجتماعی یا اپنی زیرِ نگرانی طلبہ کی حد تک اصلاحی نشست کا اہتمام بھی ہوتا رہا۔

جامعہ میں تدریس کے دوران مختلف اوقات میں تیسیرُ المنطق، مرقاۃ، قطبی، شرح تہذیب، ھدایۃُ النحو، قدوری، کنزُ الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، اصولُ الشاشی، نورُ الانوار، حسامی وغیرہ کتابوں کی تدریس کا موقعہ حاصل ہوتا رہا...... جس سے بحمد اللہ کافی فائدہ محسوس ہوا، بطورِ خاص فقہ اور اصولِ فقہ کی کتب کی تدریس سے زندگی کے عملی مسائل کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوئی۔

جب جامعہ اسلامیہ میں بندہ کی تقرری ہوئی تو اس وقت وہاں دارالافتاء کا شعبہ منظّم وفعال نہیں تھا، اور اس کیلئے کوئی کمرہ وغیرہ بھی مختص نہ تھا، نیز کتابیں بھی کوئی خاص نہیں تھیں، بندہ ابتداء میں جامعہ کے کتب خانہ میں کچھ دیر بیٹھ کر فتوے کا کام کرلیا کرتا تھا، بعد میں حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے دفتر میں

بیٹھ کر کام کرنے لگا اور اس کے بعد ایک کمرہ دارالافتاء کے لئے مختص کر دیا گیا، اور میں نے دارالافتاء کے شعبہ کی ضرورت سے متعلق کچھ کتابیں کتب خانہ سے اس کمرے میں منتقل کر لیں، اور کچھ مزید کتابیں بھی خرید کر دارالافتاء کے لئے مخصوص کر لیں۔

اور ٹیلی فون کی ایک ضمنی لائن بھی دفتر سے دارالافتاء میں نصب کرالی، اس کے بعد دارالافتاء کے امور انجام دینے میں کچھ سہولت محسوس ہونے لگی۔

شروع میں تو میں تحریر شدہ فتاویٰ کا ریکارڈ رکھنے کے لئے خود ایک رجسٹر پر فتووں کو نقل کر لیا کرتا تھا، بعد میں اپنی جیب سے رقم خرچ کر کے فوٹو کاپی کرالیا کرتا تھا، کبھی کوئی مستفتی خود بھی فتوے کی نقل اپنے خرچہ پر کرا کر فراہم کر دیا کرتا تھا، اس طرح بندہ کے تحریر کردہ اکثر فتاویٰ کا ریکارڈ بحمداللہ محفوظ رہا۔

جامعہ اسلامیہ میں درس وتدریس کے زمانے میں مختلف واقعات وحالات سے اندازہ ہوا کہ شرعی مسائل کا علم حاصل کرنے کے لئے نری درس وتدریس اور وہ بھی رسمی درجہ کی کافی نہیں، اور ہمارے درسِ نظامی کی مروجہ کتب اس ضرورت کے لئے ناکافی ہیں۔

بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ سالہا سال سے اونچے درجہ کی تدریس کرنیوالے ذی استعداد اہل علم ومدرس حضرات سے جب کسی عام پیش آنے والے دینی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ اس کا صحیح جواب دینے سے قاصر رہے۔ بلکہ کئی مرتبہ غلط جواب دے بیٹھے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات بندہ کے سامنے پیش آئے۔

اس کے علاوہ درس وتدریس کے دوران طلبۂ کرام کی تربیت واصلاح کے پہلو کے بہت زیادہ کمزور ہونے کا بھی احساس ہوا، اور طلبۂ کرام میں دین سے آزادی بلکہ بیزاری کا بھی مشاہدہ ہوتا رہا۔

ان واقعات، احساسات اور مشاہدات کی ایک طویل داستان ہے جو اہلِ علم حضرات کے شعبہ سے متعلق ہے اور اس کا ذکر ایک مستقل موضوع کو چاہتا ہے، جس کی سردست یہاں گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔

بہرحال تقریباً چھ سال تک جامعہ اسلامیہ میں تدریس اور فتویٰ نویسی کی تقرری کے دوران بہت سے تجربات اور مشاہدات ہوئے۔

اور بالآخر بندہ کی ٹوٹی پھوٹی کوششوں سے بفضلِ ربّ شعبان ۱۴۱۹ھ میں ادارہ غفران کا قیام عمل میں آیا۔ اور جامعہ اسلامیہ سے مستعفی ہو کر ادارہ غفران میں مستقل ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ (جاری ہے......)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سوال (بطور پہیلی بوجھنے کے) کیا کہ ایسا درخت بتاؤ جس کے پتے نہیں جھڑتے (پورا سال سدا بہار رہتا ہے) اور وہ (اپنی صفات میں) مسلمان کے مشابہ ہے۔ [1]

بوجھو تو جانیں (حدثونی ماھی)

آگے حدیث میں واضح ہے کہ اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

شارحین حدیث نے اس حدیث کی تشریح میں کھجور کی مسلمان کے ساتھ مشابہت کی کئی وجوہات ذکر فرمائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی جڑیں بہت پائیدار اور زمین میں دور دور تک پھیلی ہوتی ہیں اسی طرح مسلمان کے قلب و روح میں ایمان خوب راسخ و پیوست ہوتا ہے جو کہ دین اسلام کے درخت کی جڑ اور بنیاد ہے اور باقی احکام شرع اس درخت کی شاخیں، کونپلیں، اور پھل پھول ہیں۔ اور پھر جس طرح کھجور کی شاخیں آسمان میں بہت اونچائی تک گئی ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے اعمال اور اس کی زبان سے نکلنے والے پاکیزہ بول ذکر، تلاوت، وغیرہ بھی اوپر اللہ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں اور شرف قبولیت پاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (سورة فاطر آیت ۱۰)

کہ پاکیزہ کلمات اللہ کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح کو اللہ تعالیٰ اوپر اٹھاتے ہیں نیز کھجور کے درخت کا ہر ہر حصہ اور جزء کارآمد و نفع مند ہوتا ہے اسی طرح مومن بھی سراپا خیر ہوتا ہے اس سے دوسروں کو خیر اور نفع ہی پہنچتا ہے اسی طرح اس کی ہر حالت ہر عادت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خیر و بھلائی رکھی ہے، مصیبت، آزمائش و تنگی میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرکے اور تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کرکے جنت کا

---

[1] ان من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وانها مثل المسلم حدثونی ماھی (رواه البخاری عن ابن محمد فی کتاب العلم باب طرح الامام المسئلة عن اصحابه ج ۱ ص ۱۴).

Idara Ghufran

وارث بنتا ہے اور راحت، نعمت اور خوشحالی و فارغ البالی میں شکر و فرمانبرداری کر کے، نعمت خواہ جانی ہو یا مالی وغیرہ اس کو اس کے صحیح مصرف میں استعمال کر کے اپنے رب کا مقرب و محبوب بنتا ہے۔ پس کھجور کی دائمی سرسبزی و شادابی کی طرح مومن بھی سدابہار ہے بشرطیکہ مومن واقعی مومن ہی بن کے رہے، کافروں کا نقال اور رب کا نافرمان نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی کلمہ طیبہ یعنی ایمان کی مثال شجرہ طیبہ یعنی کھجور کے درخت کی جڑ سے دی گئی ہے اور اسلام یعنی احکام شرع، دین کے اوامر ونواہی کی مثال اس درخت کے تنے، شاخوں اور پتوں وغیرہ سے دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورہ ابراھیم آیت ٢٤،٢٥)

مفہوم: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی (اچھی) مثال کلمہ طیبہ کی بیان کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے مشابہ ہے، جس کی جڑ خوب مضبوط ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں وہ اپنا پھل ہر آن اپنے رب کے حکم سے دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے تمثیلات اس لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ خوب سمجھ لیں۔ اگلی آیت میں کفر کی مثال بھی بیان فرمائی ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (سورہ ابراھیم آیت ٢٦)

مفہوم: اور ناپاک کلمے کی مثال ایک خراب درخت کی طرح ہے جسے زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس میں ذرا بھی جماؤ نہ ہو۔

پھر اس سے اگلی آیت میں دونوں (ایمان وکفر اور مومن وکافر) کے نتیجے اور انجام کا ذکر فرمایا ہے

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (سورہ ابراھیم آیت ٢٧)

مفہوم: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو اس مضبوط بات پر (یعنی ایمان واسلام پر) دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دنیا میں جماؤ عطا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن پر کتنی زبردستی کی جائے

وہ ایمان کو، توحید کے اس کلمہ کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا جو اس کے قلب و باطن میں شجرہ طیبہ کی طرح خوب پیوست، خوب تناور اور سدابہار ہے۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند　　بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

آخرت میں جماؤ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں جب اس سے سوال وجواب ہوگا تو وہ اپنے اسی ایمان اور اسی کلمے کا اظہار کرے گا جس کے نتیجے میں برزخی زندگی میں راحت وآرام اور آخرت میں ابدی نعمتیں ملیں گی۔
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے ترجمہ قرآن میں ان آیات میں کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ پاکیزہ درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ جمی ہوتی ہیں اور تیز ہوائیں اور آندھیاں اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں نہ اسے اپنی جگہ سے ہلا سکتی ہیں اسی طرح جب توحید کا کلمہ انسان کے دل ودماغ میں پیوست ہو جاتا ہے تو ایمان کی خاطر اسے کیسی ہی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے اس کے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آتی چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر قسم کی اذیتیں دی گئیں لیکن توحید کا جو کلمہ ان کے دل میں گھر کر چکا تھا اس میں مصائب کی ان آندھیوں سے ذرہ بھر تزلزل نہیں آیا، کھجور کے درخت کی دوسری صفت اس آیت میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اور زمین کی کثافتوں سے دور رہتی ہیں اسی طرح جب توحید کا کلمہ مومن کے دل میں پیوست ہو جاتا ہے اس کے تمام نیک کام جو درحقیقت اس کلمے کی شاخیں ہیں آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر اس کی خوشنودی پاتے ہیں اور دنیا پرستی کی کثافتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

ناپاک کلمے سے مراد کفر کا کلمہ ہے اس کی مثال ایسا خراب درخت ہے جس کی کوئی مضبوط جڑ نہ ہو بلکہ وہ جھاڑ جھنکاڑ کی شکل میں خود اُگ آئے اس میں جماؤ بالکل نہیں ہوتا اس لئے جو شخص چاہے اسے آسانی سے اکھاڑ سکتا ہے۔ اسی طرح کفریہ نظریات کی کوئی عقلی ونقلی بنیاد نہیں ہوتی

ان کی تردید آسانی سے کی جاسکتی ہے اور غالباً اس میں مسلمانوں کے لئے یہ تسلی بھی ہے کہ کفر وشرک کے جن عقیدوں نے آج مسلمانوں پر زمین تنگ کی ہوئی ہے عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو اس طرح اکھاڑ پھینکا جائے گا جیسے جھاڑ جھنکاڑ کو اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے (آسان ترجمۂ قرآن ۲/۷۸۷)

نکتہ

کلمہ خبیثہ، یعنی کلمہ کفر وشرک: اس کے زمرے میں وہ سب کافرانہ غیر ایمانی ازم و نظام ہائے زندگی داخل ہیں جو گذشتہ زمانوں سے لے کر اب تک یکے بعد دیگرے بڑے زور وشور سے دنیا میں نمودار ہوتے رہے اور فساد مچاتے رہے۔ اور تمدنی زندگی میں اور ریاست و معاشرت اور معیشت و سیاست میں نئے نئے تجربات کر کے انسانی نسلوں کو تگنی کا ناچ نچاتے رہے یہ سب ''اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَـــرَارٍ'' کا مصداق ہیں کہ ایسی خودرو جھاڑ جھنکاڑ ہیں کہ زمین کی سطح کے اوپر ہی اوپر اُگ آئے ہیں کوئی ثبات اور جڑ و بنیاد ان کی نہیں خواہ یہ کسی مذہب کے نام سے موسوم ہوں یا فلسفہ وازم اور کلچر و ثقافت کے خوشنما غلافوں میں لپٹے ہوں، کمیونزم، نیشنل ازم، کیپٹل ازم، نیچرل ازم، سیکولرازم، روشن خیالی، جدت پسندی، اباحیت پسندی، مادہ پرستی، سب ایک ہی شجرہ خبیثہ کے برگ وبار ہیں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بنیاد پرستی کی اصطلاح جو یہ مادر پدر آزاد طبقے، طاغوت اور اس کے غلام لوگ اہل دین کے لئے استعمال کرتے ہیں یہ اہل دین کے لئے مایہ فخر ہے کہ ہماری ایک بنیاد ہے'' کَـلِـمَةٌ طَيِّبَةٌ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةً اَصْلُهَا ثَابِتٌ ''۔ لیکن اہل دین پر پھبتی کسنے والے خود کس پوزیشن اور حیثیت میں ہیں، اس کا بھی ادراک کریں، گویا زبان حال سے وہ اپنے لئے'' كَشَـجَـرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ '' کا اعتراف اور تصدیق کرتے ہیں۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کلمہ طیبہ کی حقیقت یعنی توحید و رسالت کی صحیح معرفت جب بندہ مومن کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے۔ اور ایمان کی مٹھاس و حلاوت اس کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے تو نفس و نفسانیت کی ساری ظلمتیں، کدورتیں، چھٹتی ڈھلتی چلی جاتی ہیں۔ بندہ مومن مثالی اخلاق و کردار کا پیکر بن جاتا ہے، روحانی بالیدگی کا کیف و سرور اسے کسی اور عالم کی سیر کراتا ہے جس تک رسائی کے لئے وہ تن من دھن نچھاور کرنے

Iqra Ghufran

کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ اور بزبان حال یوں غزل سرا ہوتا ہے۔ ؎

جان کی قیمت دیارِ عشق میں ہے کوئے دوست — اس مژدہ جانفزا سے سروبال دوش ہے

قیمت خود دو عالم گفتہ ای — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

توحید و رسالت کی صحیح معرفت اور اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی پر یقین ہی اس روحانی سفر کی راہ پر ڈالنے کی چابی اور شاہ کلید ہے۔ بندہ مسلمان کو ایمان و یقین کی یہ دولت حاصل ہے اگر اسے اس کی صحیح قدر و قیمت کا احساس ہو جائے اور اسے برتنے کا سلیقہ آئے تو وہ صحیح معنوں میں مخدوم کائنات بن جائے

ع — اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

خلیفہ راشد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ذیل کے اشعار اسی حقیقت کا مظہر ہیں:

دَوَاءُ کَ فِیْکَ وَمَا تُبْصَرُ — وَدَوَاءُ کَ مِنْکَ وَمَا تُشْعِرُ

وَتَزْعَمُ اَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ — وَفِیْکَ اِنْطَوٰی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ [1]

خیر القرون کے لوگ بالعموم پوری کثرت اور وسعت سے ایمانی صفات کا مظہر ہوتے تھے (یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، وغیرہ پھر ہر زمانے کے نیک صالح مسلمان اور بزرگ) وہ اسلام کے مطلوبہ صفات کے حامل بن کر صحیح معنوں میں رحمان کے بندے بن گئے تھے، آخرت کے سچے طلبگار تھے، کامل انسانی جوہر ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور ویسے تو کوئی دور کوئی زمانہ ایسے مثالی انسانوں اور ایسی پاکباز ہستیوں سے خالی نہیں ہوتا، زمانہ ان سے خالی ہو جائے تو قیامت نہ آ جائے؟ پھر تو دنیا کے بقا کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب تک ایک بھی لا الہٰ الا اللہ کہنے والا باقی رہے گا قیامت نہیں آئے گی۔ [2]

اللہ کے ماننے والوں اور اللہ کے فرمانبرداروں کی وجہ سے ہی کائنات کا نظام قائم ہے۔ نافرمانوں کو بھی روزی مل رہی ہے، شرف انسانیت کھو کر ڈھور ڈنگروں جیسی بے قید و بے بنیاد اور بے مقصد سفلی و مادی زندگی گزارنے والے بھی مزے کر رہے ہیں، اپنے شغل میلوں میں مست ہیں اور زندگی کی آزمائش کو

---

[1] تیرا علاج اور نسخہ شفا خود تیرے اندر ہے لیکن تو اس کی بصیرت نہیں رکھتا اور تیرا مرض و بیماری خود تیرے نفس کی مسلط کردہ ہے لیکن تو اس کا شعور نہیں رکھتا تو اپنے آپ کو ایک چھوٹا سا جسم ایک معمولی مخلوق سمجھتا ہے حالانکہ تو اس پورے نظام کائنات، اس عالم کبیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے یہ عالم تیرے وجود میں لپٹا ہوا ہے (روح المعانی ج ا ص ۷۹)

[2] عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم الساعة حتىٰ لا يقال فى الارض الله الله وفى رواية قال لا تقوم الساعة علىٰ احد يقول الله الله (رواه مسلم مشكوٰة ۴۸۰ باب لا تقوم الساعة الا علىٰ شرار الناس)

صرف اور صرف آسائش ونفس پرستی کے عنوان ومعنون سے برت رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ایمانی صفات کا حامل اور نمونہ بن جائے، اسلام مسلمان کے سامنے ایک لافانی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔اور لامحدود کامیابی کا تصور پیش کرتا ہے جو دنیا سے آخرت تک اور ابدالآباد تک پھیلی ہوئی ہے دنیا کی یہ محدود زندگی تو محض اس سفر کا ایک ابتدائی نا تمام مرحلہ ہے۔اسلام روح کی بالیدگی اور کردار کی بلندی کے راستے سے مسلمان کو ایسی بلند پروازی سکھاتا ہے کہ اس روحانی پرواز کے جوہر کھلنے کے لئے آخرت کی، جنت کی لامحدود فضا اور ماحول چاہئے جہاں ادنیٰ ترین جنتی کو بھی اس پوری دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔ [۱]

دنیا کی یہ محدود فضا، کرہ ارضی کا یہ گھن چکر اس پرواز کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ایمان کی بنیاد پر قائم ہونے والے یہ وہ نظریات ہیں کہ کافر کے وہم وتصور میں بھی نہیں آسکتے جس کے نزدیک ہستی اور حیات کے سارے ہنگامے اور ساری چہل پہل محض اس دنیا کی زندگی اور محسوس ہونے والے اس مادی کائنات تک محدود ہیں۔قرآن مجید نے کافر، مادہ پرست دہریے کی اس محدود سوچ کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (سورۃ مومنون آیت نمبر۳۷)

کہ بس یہ دنیا کی زندگی ہی ہے جس میں ہم مرتے جیتے ہیں اس کے ورے کچھ نہیں۔

ذیل میں شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے کلام سے مومنانہ صفات کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے، آپ نے اپنے اشعار میں مختلف پیرایوں میں ایک مسلمان کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے کہ مومن بندہ کی کیا نفسیات ہوتی ہیں یا ہونی چاہئیں۔اور کن اوصاف واخلاق کا وہ حامل ہوتا ہے، ان اشعار کی روشنی میں بھی ایک مسلمان اپنی سوچ فکر، مزاج اور عادات، اطوار کا جائزہ لے سکتا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان		گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری وغفاری و جبروتی و قدوسی		یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن		قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب وروز		آہنگ میں یکتا صفتِ سورہ رحمٰن

[۱] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ آخِرُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِى مَرَّةً وَيَكْبُو مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً (والحديث طويل ،وفى سند آخر فى هذا الحديث)قال الله :هو لك وعشرة أمثاله(مشكوٰة ج۲ص۴۹۲، باب الحوض والشفاعة)

ہو حلقہ یاراں تو ریشم کی طرح نرم		رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش		خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک وحمام اس کی نظر میں		جبرئیل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن
کہتے ہیں فرشتے کہ دلاویز ہے مومن		حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے		یہ ہے نہایت اندیشہ و کمالِ جنوں
حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی		یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال		عجم کا حسن طبیعت، عرب کا سوزِ دروں

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی		ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا		پُردم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد

کھویا نہ جا صنم کدہ کائنات میں		محفل گداز گرمی محفل نہ کر قبول
صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے		جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے		شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا		وہی ہے مملکت صبح و شام سے آگاہ
وہی نگاہ کے ناخوب وخوب سے محرم		وہی ہے دل کے حلال وحرام سے آگاہ

نہ میں عجمی نہ ہندی، نہ عراقی نہ حجازی		کہ خودی سے میں نے سیکھی دوجہاں سے بے نیازی
تیرے دشت ودر میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا		کہ سکھا سکے خرد کو رہ ورسم کارسازی

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی		نہیں سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر

مقام فقر کتنا بلند ہے شاہی سے		روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق		جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کردے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست		زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کردے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے		فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کردے

کچھ اور چیز ہے شائد تیری مسلمانی		تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے		رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم		عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور

جس بندہ حق بیں کی خودی ہوگئی بیدار		شمشیر کی مانند ہے برّندہ و برّاق
اُس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو		تو بندہ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف		کہ مُشتِ خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز
یہی سرّ کلیمی ہے ہر اک زمانے میں		ہوائے دشت و شعیبؑ و شبانی شب و روز

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر جس فقر کی اصل ہے حجازی		روشن اس سے خرد کی آنکھیں بے سرمہ بوعلی و رازی
یہ فقر غیور جس نے پایا بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی		مومن کی اسی میں ہے امیری اللہ سے مانگ یہ فقیری

خودی میں ڈوبنے والوں کی عزم و ہمت نے		اس آبجو سے کئے بحرِ بیکراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے		جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا
خودی کی موت سے مشرق کی زمینوں میں		ہوا نہ کوئی خدائی کا رازداں پیدا

یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں		کہ مردِ حق ہو گرفتار حاضر و موجود

Idara Ghufran

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا		شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی		کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا		کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمال صدق و مروت ہے زندگی ان کی		معاف کرتی ہے فطرت بھی انکی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال		یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

(جاری ہے............)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۶ ''تشریع اسلامی کا پس منظر اور اہل تجدد''﴾

یہاں تک کہ نبی کا انداز تبسم، داڑھی، سر کے بالوں کی کیفیت، بالوں کی درازی، کل بالوں میں سفید بالوں کی تعداد تک محفوظ ہے۔

اس نعمت کی سامراج کے غلام سپوتوں نے یہ قدر کی کہ اس پورے ذخیرے کو ہی درمیان سے اڑا ڈالا۔ اللہ اکبر۔ شریعت کی ترجمانی اور احکام قرآنی کی تشریح کا حق نبی سے چھین کر ہر کس و ناکس حتیٰ کہ غیر مسلم مستشرقین تک کی گود میں ڈالا۔

اور اس طبقے کے بھائی بند ایک دوسرے طبقے نے نبی علیہ السلام کی احادیث اور سنت کی حجیت کا انکار تو نہیں کیا لیکن ان کی تشریح اور ان کی بنیاد پر استنباط و تشریع کا حق حضرات صحابۂ کرام، سلف صالحین اور ائمہ فقہاء سے چھین کر ایسا وقف عام اور لوٹ کا مال کر دیا کہ ہر ا یرا غیرا نتھو خیرا جو عربی کے ابجد سے بھی آگاہ نہ ہو چہ جائیکہ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب و بلاغت اور علوم عربیت سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ حدیث کی ترجمہ شدہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کوئی بھی کتاب لے کر عمل بالحدیث کے نام پر احکام شرع کو بازیچۂ اطفال بنائے، یا خود مجتہدِ مطلق بن کر اجتہاد و تحقیق کے نام پر خواہش پرستی اور اپنی نفسانیت کو دین کا لبادہ پہنائے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

پیارے بچو! ابو حافظ محمد فرحان خان

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

پیارے بچو! یہ تو آپ سب کو معلوم ہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا موسم دیا ہے گرمی، سردی، اور برسات......جب کہ کئی ممالک میں کہیں سردی ہے تو کہیں صرف گرمی۔

ہمارے یہاں اکثر برسات کے موسم میں بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں......بلکہ کبھی کبھی تو برسات میں کئی کئی دن تک سورج بہت کم وقت نکلتا ہے بس لگا تار بوندا باندی اور بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔

اور جب بارش ہوتی ہے تو بادلوں میں گرج ہوتی اور بجلی چمکتی ہے، اور دھڑام ......دھڑام کی خطرناک آوازیں آتی ہیں......کبھی کبھار تو کہیں جنگل بیابان میں آسمانی بجلی بھی گر جاتی ہے، جس سے ہلاکتیں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

پیارے بچو! برسات کا موسم تھا ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے......

ایسے میں تین دوست شکار کرنے کے لئے جنگل میں گئے......شکار میں پھرتے پھرتے پتہ ہی نہ چلا کہ کب شام ہو گئی اور پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف جانے لگے، کہ اچانک بجلی کی گھن گرج اور چمک سے پورا جنگل گونجنے لگا......اور بارش بھی شروع ہو گئی......ان تینوں دوستوں نے جان بچانے کے لئے بھاگ کر ایک جھونپڑی میں پناہ لی......ابھی ان کو جھونپڑی میں داخل ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ آسمانی بجلی بار بار اُس جھونپڑی پر آنے لگی، جس میں یہ تینوں دوست ٹھہرے ہوئے تھے......جس سے خطرناک گرج اور چمک ہوتی تھی......اسی وجہ سے ان لوگوں کا خوف سے برا حال تھا......لگتا تھا کہ آج یہ بجلی جان لے کر ہی رہے گی......ان تینوں نے آپس میں مشورہ کیا......کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کی قضا آ گئی ہو......

اور اسی لئے یہ بجلی بار بار ادھر آ کر واپس لوٹ رہی ہو......دوسرے دوست نے یہ بات سن کر کہا ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو......ہم ایسا کرتے ہیں کہ سامنے جو درخت بڑا ہے، ہم لوگ ایک ایک کر کے اس درخت کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ اگر یہ بجلی ہم میں سے کسی پر گرنے کے لئے آ رہی ہوگی تو اس پر گر جائے گی باقی ساتھیوں کی تو جان بچ جائے گی۔ یہ بات تینوں دوستوں نے منظور کر لی......

پہلا دوست جس نے یہ تجویز دی تھی اٹھ کر چلا............اور کہا کہ بھئی غلطی گستاخی معاف کر دینا......اب کوئی پتہ نہیں شاید بجلی میرے اوپر ہی گر جائے......اور دونوں دوستوں سے گلے لگ کر الوداع کہا......کلمہ کا ورد کرتے ہوئے درخت کی جانب دوڑ لگادی......دیکھتے ہی دیکھتے ایک منٹ میں دوڑ کر یہ درخت کے نیچے پہنچ گیا اور زندہ بچ جانے پر سجدۂ شکر ادا کیا۔اب دوسرے دوست کی جھونپڑی سے نکل کر درخت کے نیچے جانے کی باری تھی......اس نے بھی اپنے ساتھی کو الوداع کہا اور ڈرتے کانپتے ہوئے یہ سوچ کر کہ میرا دوست خوش قسمت تھا کہ آسمانی بجلی سے بچ گیا......مگر ہوسکتا ہے کہ یہ بجلی میرے لئے ہی بار بار آرہی ہو اور میری موت کا وقت آ گیا ہو......جھونپڑی سے باہر نکلا اور دوڑتے ہوئے یہ بھی درخت کے نیچے پہنچ گیا......اپنے دوست کے پاس پہنچ کر خوشی سے آنسو جاری ہو گئے......

فوراً اپنے دوست کو سینہ سے لگالیا۔

اب جھونپڑی میں صرف ایک ساتھی باقی رہ گیا......خوف کے مارے اس کا بھی برا حال تھا، کیونکہ اسے یہ یقین ہوگیا کہ میرے دونوں دوست زندہ بچ گئے اب صرف میں نے درخت کے نیچے جانا ہے اور یقیناً بھی میں جھونپڑی سے باہر قدم رکھوں گا تو بجلی میرے اوپر آگرے گی......ڈرتے کانپتے اس نے اللہ سے توبہ کی اور کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی آنکھیں موندہ کر درخت کی طرف دوڑ لگادی......اور پلک جھپکتے یہ بھی درخت کے نیچے اپنے دوستوں کے پاس پہنچ گیا تینوں دوست بہت خوش ہوئے کہ اللہ نے جان بچالی......ابھی ان کو درخت کے نیچے پہنچے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ کانوں کو پھاڑ دینے والی......دھڑام ......بجلی کی گرج اور آنکھوں کو چندھیا دینے والی چمک ہوئی اور جھونپڑی پر بجلی آ گری......جھونپڑی جل کر خاک ہوگئی......بارش رکی تو آس پاس کے لوگ دیکھنے آئے کہ دیکھیں بجلی گری ہے کوئی اس میں مرا تو نہیں......یہ تینوں بھی لوگوں کے ساتھ جھونپڑی میں دیکھنے لگے، انہیں یہ دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ وہاں پر ایک خطرناک اژدہا مرا پڑا تھا......یہ بجلی اس کے اوپر گری تھی......اور اللہ تعالیٰ کو اس اژدہے سے ان تینوں دوستوں کی حفاظت فرمانی تھی کہ ان تینوں کے جھونپڑی سے نکلتے ہی جھونپڑی پر بجلی آ گری۔

جب گاؤں میں دوسرے لوگوں کو یہ پتہ چلا ان تینوں کیساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے تو سب نے کہا بیشک:

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ۹)

چہرے کے پردہ کا ثبوت حدیث سے

عَنْ عَـائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا اَحَاذُوا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَاينَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ (رواه ابو داؤد کتاب الحج باب فی المحرمة تغطی وجهها)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم احرام کی حالت میں (سفر کے دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں (اور احرام کی وجہ سے ہمارے چہرے کھلے ہوئے تھے) اور ہمارے پاس سے قافلے (جن میں مرد بھی ہوتے تھے) گزرتے تھے۔ پس جب قافلے والے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم میں سے ہر عورت (پردہ کی غرض سے) اپنی چادر اپنے سر سے چہرے پر (اس طرح سے) لٹکا لیا کرتی تھی (کہ وہ چہرے کے ساتھ نہ لگے) اور جب قافلے والے ہم سے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول لیتی تھیں۔

تشریح: چونکہ احرام کی حالت میں خواتین کے لئے ایک حکم یہ بھی ہے کہ وہ اپنے چہرے کے ساتھ کپڑا نہ لگنے دیں اور دوسری طرف خواتین کے لئے نامحرم مردوں سے چہرہ چھپانا بھی ضروری ہے اسلئے اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں حکموں پر عمل کرنے کو ذکر فرمایا کہ احرام کی وجہ سے عام اوقات میں چہرہ کھلا رہتا تھا لیکن جب کوئی اجنبی مرد اس طرح سے قریب آتا دکھائی دیتا کہ اس کی نگاہ چہرے پر پڑ سکتی ہے تو حضرت عائشہ اور دیگر صحابی خواتین رضی اللہ عنہن اپنے چہرے کو چھپانے کا اہتمام کرتی تھیں اور جب اجنبی مرد دور چلے جاتے یا اوجھل ہو جاتے تو پھر اپنے چہرے کھول لیتیں اور اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے امت مسلمہ کی خواتین کیلئے شریعت کے بیان کردہ دونوں حکموں (جو بظاہر آپس میں متعارض نظر آتے ہیں) پر عمل کرنا سکھلا دیا۔

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مردوں سے چہرہ چھپانا بھی خواتین پر لازم اور ضروری

ہےاس لئے کہ اگر چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اجنبیوں کے سامنے آنے پر چہرہ چھپانے کا اہتمام نہ فرماتیں۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت بیان فرما دیتے

حج وعمرہ کے سفر میں پردہ

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کے مقدس سفر کے دوران بھی خواتین پر پردہ کرنا لازم ہے آجکل بعض جہالت کی ماری خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ حج وعمرہ کا سفر کوئی دنیوی سفر تو ہے نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اور عظیم عبادت کیلئے سفر ہو رہا ہے نیز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس اور پاکیزہ شہروں میں جانا اور ٹھہرنا ہو رہا ہے ایسی حالت میں کہ سب مرد عبادت کرنے کے لئے دور دراز سے سفر کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر (حرم مکہ) اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر اور آپ کی مسجد میں آ رہے ہیں ایسے مردوں سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے یا ایسے پاکیزہ مقامات پر پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ یہ باتیں سوچنا سراسر ناسمجھی اور کم علمی کی بات ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ پردہ کے حکم سے جان چھڑانے کا ایک نفسانی وشیطانی حیلہ بہانہ ہے اصل بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کیلئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اللہ ورسول کے حکم پر عمل کرنا لازم ہے۔ خواہ اس حکم پر عمل کرنے کی مصلحت وحکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے دوسری بات یہ ہے کہ انسان کامل مسلمان تب ہی بن سکتا ہے جبکہ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے اور دین اسلام میں انسان کی ہر حالت سے متعلق احکام تفصیل کے ساتھ منضبط ہیں اور جس حکم میں جتنی چھوٹ اور رخصت یا گنجائش ہے وہ بھی تفصیل کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں حضرات فقہاء کرام نے بیان فرما دی ہے اس لئے ایک عام مسلمان کو اسی تفصیل کے مطابق شرعی حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اپنی طرف سے کوئی عقلی مصلحت سوچ کر شرعی حکم کو اس کے تابع کر دینا درست نہیں۔

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''بعض عورتیں حج کے سفر میں پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں بلکہ اپنے گھروں میں پردہ کرنے والی خواتین بھی حج کے موقع پر بے پردگی کا کھلا مظاہرہ کرتی ہیں جس کے گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور حج کے مبارک سفر اور حرمین شریفین کے مبارک مقامات کی وجہ سے بے پردگی کے گناہ کی قباحت وشناعت اور زیادہ ہو جاتی ہے'' (حج کا صحیح طریقہ اور حج کی غلطیاں ص ۵۸)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

''عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین پہنچ کر بھی بہت سی خواتین پردہ نہیں کرتیں بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس پہنے ہوتی ہیں اور اسی حالت میں طواف وغیرہ کرتی ہیں یہ بے پردگی اور بلاضرورت مردوں کی دھکا پیل میں گھسنا سب حرام اور گناہ کبیرہ ہے ایسی عورتیں خود بھی سخت گنہگار ہوتی ہیں اور ان کے شوہر و سرپرست بھی جو انہیں نہیں روکتے، گناہ گار ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں مقبول حج کے لئے ان سب امور سے بچنا واجب ہے ورنہ خطرہ ہے کہ حج سے ثواب کی بجائے گناہوں کے انبار لے کر واپس ہونگی حرمین شریفین میں جہاں عبادتوں کا ثواب بہت زیادہ ہے گناہوں کا وبال بھی سخت ہے۔ اس لئے کم از کم اس مبارک سفر میں شرم وحیا اور پردہ کا خاص اہتمام کریں تا کہ ان کا حج صحیح طریقہ سے ادا ہو جائے اور اللہ کے نزدیک مقبول ہو (ماخوذ از رفیق حج ص ۴۷)

احرام کی حالت میں چہرے کا پردہ

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں بھی خواتین کو پردہ کرنا لازم ہے اور باوجودیکہ احرام کی حالت میں عورت کو چہرے کے ساتھ کپڑا لگانا منع ہے پھر بھی چہرے کو اجنبی مردوں کی نگاہوں سے چھپانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔''عورت جب حج کا احرام باندھ لے تو احرام کھولنے تک چہرے پر کپڑا لگانا منع ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے (نامحرم) حاجیوں کے سامنے پھرتی رہیں۔ ایسی صورت اختیار کرنا ضروری ہے کہ چہرے پر کپڑا بھی نہ لگے اور نامحرموں سے پردہ بھی ہو جائے۔

جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے سفر حج کا واقعہ بیان فرمایا جو حدیث بالا میں مذکور ہے اس واقعہ سے بھی ان مغرب زدہ مجتہدین کے قول کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ چہرہ کھولنا نامحرموں کے سامنے جائز ہے اسی لئے نقاب والا برقع اپنی عورتوں کو نہیں اُڑھاتے ہیں اگر نامحرموں سے چہرہ چھپانا لازم نہ ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابی عورتیں حاجی لوگوں سے چہرہ چھپانے کا کیوں اہتمام کرتیں؟ (شرعی پردہ ص ۹۶)

احرام کی حالت میں چہرے کا پردہ کس طرح کریں؟

چونکہ احرام کی حالت میں (خواہ حج کا احرام ہو یا عمرے کا) خواتین پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے چہرے کے

ساتھ کپڑا نہ لگنے دیں اور دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ عمرہ وحج کے سفر کے دوران وہ اپنے چہرے کا پردہ بھی کریں۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی کونسی تدبیر کی جائے جس سے شریعت کے ان دونوں حکموں پر عمل ہو جائے کہ چہرے کے ساتھ کپڑا بھی نہ لگے اور چہرے کا پردہ بھی ہو جائے۔ اس کا آسان طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواتین سر پر چھجہ والی ٹوپی (پی کیپ) پہن لیں اور برقع کا نقاب اس ٹوپی کے اوپر سے چہرے کے سامنے لٹکا لیں اس صورت میں ماتھے پر ٹوپی کا چھجہ ہونے کی وجہ سے نقاب چہرے سے الگ اور دور بھی رہے گا۔ اور پردہ بھی ہو جائے گا۔

شوہر کی اجازت سے بے پردہ ہونا بھی جائز نہیں

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کی موجودگی میں بھی اجنبی (غیر محرم) مرد کے سامنے چہرہ کھولنا عورت کے لئے جائز نہیں چنانچہ حدیث مذکور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا نے چہرہ چھپانے کا ذکر فرمایا تو اس سے ان خواتین کی غلط فہمی بھی دور ہو جانی چاہئے جو یہ سمجھے بیٹھی ہیں کہ پردہ کرنا شوہر کا حق ہے یا شوہر کے لئے ہوتا ہے اس لئے جب شوہر پاس موجود ہے اور بے پردہ ہونے سے منع نہیں کر رہا یا شوہر نے نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونے کی اجازت دے رکھی ہے یا شوہر بے پردہ ہونے سے ناراض نہیں ہوتا یا بے پردہ ہونے کو پسند کرتا ہے تو ان تمام صورتوں میں نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں تو جان لیجئے کہ یہ سب باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے کہ پردہ کرنے کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق عورت پر شوہر سے بھی زیادہ ہے۔

اس لئے شوہر کی اجازت یا چاہت سے بھی بے پردہ ہونا کسی خاتون کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی شوہر کو جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بے پردہ ہونے کی اجازت دے ورنہ وہ بھی گنہگار ہوگا۔

چہرہ کے پردہ کا ثبوت صحابیات کے عمل سے

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ الخ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احرام والی عورت نقاب نہ کرے (صحیح بخاری)

Idara Ghufran

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں عام حالات میں (یعنی احرام کے علاوہ) چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلتی تھیں اسی وجہ سے احرام والی عورت کو نقاب کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ورنہ اگر اس زمانے میں مسلمان خواتین عموماً چہرہ کھلا رکھنے کی عادی ہوتیں تو اس ممانعت کی ضرورت نہیں تھی۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کسی کو اس حدیث شریف سے شبہ ہو جائے کہ اس حدیث میں تو احرام والی عورت کو نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کو نقاب کرنا جائز نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نقاب کرنے سے ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ نقاب ایسے طور پر نہ کرے کہ وہ چہرے کے ساتھ لگے۔ کیونکہ احرام کی حالت میں عورت پر چہرے کے ساتھ کپڑا لگانے کی ممانعت ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک اسی طرح کی حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے یہی مطلب بیان فرمایا ہے (مرقاۃ ج۵ص۳۸۳)

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ احرام کی حالت میں بھی صحابی خواتین اپنے چہروں کو اجنبی مردوں سے چھپانے کا اہتمام کرتی تھیں جس کی وجہ سے اس حدیث کا وہی مفہوم مراد لینا ضروری ہے جس سے دوسری احادیث سے ٹکراؤ پیدا نہ ہو۔

(۲) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ کُنَّا نُغَطِّی وُجُوْھَنَا مِنَ الرِّجَالِ الخ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ رواہ الحاکم

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم اپنے چہروں کو مردوں سے چھپایا کرتی تھیں (مستدرک حاکم)

تشریح: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ صحابیات اپنے چہروں کو مردوں سے چھپانے کا پورا پورا اہتمام کرتی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ قران وحدیث کے علاوہ صحابیات کے عمل سے بھی چہرہ کے پردے کا ثبوت موجود ہے نیز عام حالات کے علاوہ حالتِ احرام میں بھی چہرہ چھپانے کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خواتین پر اجنبی (نامحرم) مردوں سے چہرہ کا پردہ کرنا بھی ضروری ہے (جاری ہے......)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کاحل — ادارہ

نماز کی پہلی اور تیسری رکعت میں جلسۂ استراحت کاحکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

نماز کی پہلی اور تیسری رکعت میں جبکہ تشہد نہ کرنا ہو، اس وقت بھی دونوں سجدوں سے فارغ ہوکر پہلے بیٹھنا چاہئے یا کہ سیدھا کھڑا ہونے چاہئے؟ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پہلے بیٹھتے ہیں، اور پھر کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ اس عمل کا نام جلسۂ استراحت ہے، اور یہ احادیث سے ثابت ہے، اور سنت ہے، اور سب لوگوں کو خواہ مرد ہو یا عورت ہو یہ جلسۂ استراحت کرنا چاہئے، ورنہ یہ سنت چھوٹ جانے سے نماز کا ثواب کم ہوجاتا ہے؟ اور جلسۂ استراحت کو سنت نہ کہنے کی بات حنفی مولویوں کی ہے، جو احادیث کے خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلاً آگاہ فرمائیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلیلُ القدر صحابۂ کرام اور جمہور فقہائے کرام حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور راجح قول کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل اور اکثر محدثین پہلی اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت سجدہ سے فارغ ہوکر جلسۂ استراحت کے سنت ہونے کے قائل نہیں، البتہ کوئی عذر ہو مثلاً زیادہ عمر ہونے، یا جسم بھاری ہونے، یا کمزوری و بیماری یا تھکاوٹ ہو تو اس کے حق میں جلسۂ استراحت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور جو حضرات جلسۂ استراحت قائل ہیں ان میں بھی بعض حضرات عام لوگوں کے لئے تو جلسۂ استراحت سنت نہ ہونے کے قائل ہیں، البتہ ضرورت مندوں کے حق میں (جن کا ذکر پہلے گزرا) جلسۂ استراحت کو سنت کہتے ہیں۔ اوران حضرات کی یہ تقسیم وتفصیل جمہور کے خلاف نہیں، ان کا مقصود بھی ضرورت مندوں کے لئے خلافِ سنت قرار دینا نہیں ہے، احادیث سے بھی جلسۂ استراحت کا سنت نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور جن چند روایات میں جلسۂ استراحت کا ذکر ہے، وہ اسی ضرورت پر محمول ہیں۔

اور عقل وقیاس اور اصول وقواعد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جلسۂ استراحت کو نماز کی سنت قرار نہ دیا جائے،

کیونکہ جلسۂ استراحت دراصل آرام (Stay) کے لئے بیٹھنے کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ نماز آرام کرنے کے لئے مقرر نہیں کی گئی (آرام کے لئے شریعت نے دوسرے مواقع فراہم ومقرر کر دیئے ہیں) نیز جب ہم نماز کی تمام حالتوں کا جائزہ لیتے ہیں، اس سے بھی جلسۂ استراحت کا سنت نہ ہونا ہی معلوم ہوتا ہے، اور وہ اس طرح کہ نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کے لئے شریعت نے کوئی نہ کوئی ذکر (مثلاً تکبیر، تسبیح، تحمید، تسمیع) مقرر کیا ہے، چنانچہ رکوع میں جاتے وقت ''اللہ اکبر'' اور رکوع سے اٹھتے وقت ''سمع اللہ لمن حمدہ'' ''ربنا لک الحمد'' سجدہ میں جاتے وقت، آتے وقت ''اللہ اکبر'' اور رکوع کی حالت میں ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدہ کی حالت میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' اب اگر پہلی اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت جلسۂ استراحت سنت ہوتا، تو یہ دو الگ الگ حالتیں بن جاتیں، یعنی ایک حالتِ سجدہ سے جلسہ کی طرف اٹھنے کی، اور دوسرے جلسہ سے قیام کی طرف جانے کی، لہٰذا ان دونوں حالتوں کے لئے الگ الگ ذکر بھی مقرر کئے جاتے، مگر شریعت نے ایک ہی ذکر مقرر کیا ہے، جو کہ ''اللہ اکبر'' ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر سجدہ سے قیام کی طرف جانے کے لئے ہے، نہ کہ سجدہ سے جلسہ کی طرف جانے کے لئے۔ پس اس اصول وقاعدہ کا تقاضا بھی یہی ہوا کہ جلسۂ استراحت عام لوگوں کے حق میں (سوائے عاجزین ومعذورین کے) سنت نہ ہو۔ اس طرح جمہور فقہاء ومحدثین نے دونوں قسم کی احادیث کو اپنے درجہ پر رکھا، اور کسی ایک قسم کی حدیث کو ضائع نہ ہونے دیا، اور سنت وغیر سنت میں صحابۂ کرام کی شخصیات کو معیار بنایا، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی اصل پہچان یہی ہے۔ نیز ساتھ ہی عقل وقیاس اور نماز کے قواعد کی بھی رعایت فرمائی۔

اب اس سلسلہ میں محدثین وشراحِ حدیث کی چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

امام ابنِ بطال فرماتے ہیں:

ذهب جمهور العلماء إلى ترك الأخذ بهذا الحديث ، وقالوا :إذا رفع رأسه من السجدة الآخرة من الركعة الأولى والركعة الثالثة ينهض على صدور قدميه ولا يجلس ، روى ذلك عن ابن مسعود ، وابن عمر ، وابن عباس ، وقال النعمان بن أبى عياش :أدركت غير واحد من أصحاب الرسول إذا رفع رأسه من السجدة فى الركعة الأولى والثالثة قام كما هو ولم يجلس ، وكان النخعى يسرع فى القيام فى ذلك ، وقال الزهرى : كان أشياخنا يقولون ذلك .وقال أبو الزناد :تلك السنة ، وبه قال

مالک ، والثوری ، والکوفیون ، وأحمد ، وإسحاق ، وقال ابن حنبل :أکثر الأحادیث علی هذا ، وذکر عن عمر ، وعلی ، وعبد الله .وذهب الشافعی إلی الأخذ بهذا الحدیث فقال :یقعد فی وتر من صلاته ثم ینهض (شرح صحیح البخاری ۔ لابن بطال ج ۲ ص ۴۳۸، کتاب مواقیت الصلاۃوفضلها، ابواب صلاۃ الجماعة والامامة)

ترجمہ: جمہور علماء اس جلسۂ استراحت (کی وتر والی حدیث) کو (بحیثیتِ مسنون) ترک کرنے کی طرف گئے ہیں، اورانہوں نے فرمایا کہ جب پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے، بیٹھے نہیں، حضرت ابنِ مسعود، حضرت ابنِ عمر، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے، اور حضرت نعمان بن ابی عیاش نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے کئی صحابۂ کرام کو پایا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے آخری سجدہ سے سر اٹھاتے تو اسی حالت پر سیدے کھڑے ہو جاتے تھے، بیٹھتے نہیں تھے، اورحضرت ابراہیم نخعی بھی پہلی اور تیسری رکعت میں قیام میں جلدی کرتے تھے، اور حضرت زہری نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ اسی طرح فرماتے تھے، اور ابوالزناد نے فرمایا کہ یہی سنت ہے اور اسی کے حضرت امام مالک، ، ثوری اور کوفے کے حضرات (امام بوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ) اورحضرت امام احمد بن حنبل اوراسحاق قائل ہیں، اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی کے مطابق ہیں، اورحضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح ذکر کیا ہے، البتہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس (مالک بن حویرث کی وتروں میں بیٹھ کر کھڑے ہونے والی) حدیث کو لیا ہے، اورانہوں نے فرمایا کہ وتر کی نماز میں بیٹھے اور پھر کھڑا ہو (ترجمہ ختم)

اورعلامہ ابنِ رجب رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

وقال الاکثرون :هی غیر مستحبة ، بل المستحب إذا رفع رأسه من السجدة الثانیة أن ینهض قائماً ، حکاه أحمد عن عمر وعلی وابن مسعود ، وذکره ابن المنذر عن ابن عباس .وذکر بإسناده ، عن النعمان بن أبی عیاش ، قال :أدرکت غیر واحد من أصحاب رسول الله -صلى الله علیه وسلم - ، فکان إذا رفع رأسه من السجدة الأخیرة -أول رکعة والثالثة -قام کما هو ولم یجلس .وروی -أیضاً -عن أبی ریحانة صاحب النبی -ﷺ.

وروی معناه عن ابن عمر -أیضاً .خرجهما حرب الکرمانی .وقال الترمذی :العمل علی هذا عند أهل العلم .وممن قال ذلک :عبادة بن نسی وأبو الزناد والنخعی والثوری وأبو حنیفة والشافعی -فی أحد قولیه -وأحمد -فی المشهور من مذهبه عند عامة أصحابه .ومن أصحابنا وأصحاب الشافعی من قال :هی مستحبة لمن کبر وثقل بدنه ؛ لأنه یشق علیه النهوض معتمدا علی رکبته من غیر جلسة .وحمل أبو إسحاق المروزی القولین للشافعی علی اختلاف حالین ، لا علی اختلاف قولین ، وحملوا حدیث مالک بن الحویرث علی مثل ذلک ، وان النبی -صلی الله علیه وسلم -کان یقعد أحیانا لمّا کبر وثقل بدنه ؛ فإن وفود العرب إنما وفدت علی النَّبیّ -صلی الله علیه وسلم -فی آخرعمره .ویشهد لذلک ، أن أکابر الصحابة المختصین بالنبی -صلی الله علیه وسلم -لم یکونوا یفعلون ذلک فی صلاتهم ، فدل علی أنهم علموا أن ذلک لیس من سنن الصلاة مطلقاً .وروی حرب الکرمانی ، عن إسحاق بن راهویه روایتین :أحداهما :تستحب جلسة الاستراحة لکل أحد .والثانیة :لا تستحب إلا لمن عجز عن النهوض عن صدر قدمیه.وهی روایة ابن منصور ، عن إسحاق -أیضاً .ومن لم یستحب هذا الجلوس بالکلیة ، قال :إنه من الأفعال المباحة التی تفعل فی الصلاة للحاجة إلیها ، کالتروح لکرب شدید ، ودفع المؤذی ، ونحو ذلک مما لیس بمسنون ، وإنما هو مباح (فتح الباری لابنِ رجب، کتاب الصلاة، باب من استوی قاعداً فی وتر من صلاته ثم نهض)

ترجمہ: اوراکثرحضرات نے فرمایا کہ جلسۂ استراحت مستحب نہیں ہے، بلکہ مستحب یہ ہے کہ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو سیدھا کھڑا ہوجائے ،اس کو امام احمد نے حضرت عمر، حضرت علی اورحضرت ابنِ مسعود سے روایت کیا ہے، اوراسی کا ابنِ منذر نے حضرت ابنِ عباس سے ذکر کیا ہے،اورابنِ منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت نعمان بن ابی عیاش سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کئی کو پایا،وہ جب پہلی اورتیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے،تو اسی حالت پر کھڑے ہوجاتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے،اور نبی ﷺ کے صحابی ابوریحانہ سے بھی روایت کیا ہے۔اوراسی طرح حضرت ابنِ عمر سے بھی روایت کیا ہے،ان دونوں کی تخریج حرب کرمانی نے کی ہے،اورامام

ترمذی نے فرمایا کہ اسی پر اہلِ علم کا عمل ہے، اور عبادہ بن نسی اور ابوزناد اور ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کے دوقولوں میں سے ایک قول بھی یہی ہے، اور امام احمد کا مشہور مذہب بھی ان کے اصحاب کے نزدیک یہی ہے، اور ہمارے اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ جلسۂ استراحت بوڑھے آدمی کے لیے اور جس کا بدن بھاری ہو اس کے لئے مستحب ہے، کیونکہ اس کو بیٹھے بغیر اپنے گھٹنوں پر سہارا لے کر اٹھنا مشکل ہوتا ہے، اور ابواسحاق مروزی نے امام شافعی کے دونوں قولوں کو مختلف حالتوں پر محمول کیا ہے، نہ کہ مختلف قولوں پر۔ اور ان حضرات نے حضرت مالک بن حویرث کی حدیث کو (جس میں جلسۂ استراحت کا ذکر ہے) اسی جیسی ضرورت پر محمول کیا ہے، کیونکہ نبی ﷺ کی جب عمر زیادہ ہوگئی اور بدن بھاری ہوگیا تو کبھی جلسۂ استراحت کرلیا کرتے تھے، اور عرب کے وفود نبی ﷺ کے پاس آخری عمر میں آئے ہیں (جن میں مالک بن حویرث بھی شامل ہیں) اور اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے صحابہ جو نبی ﷺ کے ساتھ رہتے تھے؛ وہ اپنی نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کیا کرتے تھے، تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان بڑے صحابۂ کرام نے یہ بات جان لی تھی کہ جلسۂ استراحت عام نماز کی سنتوں میں سے نہیں ہے۔ اور حرب کرمانی نے اسحاق بن راہویہ سے دو روایتیں روایت کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جلسۂ استراحت ہر ایک کے لئے مستحب ہے، اور دوسری یہ ہے کہ صرف اسی کے لئے مستحب ہے جو پنجوں کے بل کھڑا ہونے سے عاجز ہو، اور یہی ابنِ منصور کی اسحاق سے بھی روایت ہے۔ اور جن حضرات نے اس جلسۂ استراحت کو بالکل مستحب نہیں سمجھا انہوں نے یہ فرمایا کہ یہ جائز کاموں میں سے ہے جو نماز میں ضرورت کی وجہ سے کیا جاسکتا ہے جیسے کہ سخت درد کی وجہ سے درد سے سکون کی خاطر اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے اور اس کے مثل جو کہ سنت نہیں ہے، صرف مباح ہے (ترجمہ ختم)

اب جلسۂ استراحت کے سنت نہ ہونے پر چند احادیث اور صحابہ وتابعین کی روایات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى

ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب إذا حنث ناسیا فی الأیمان)

ترجمہ: ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے، وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کے پاس آیا، اور سلام کیا، آپ نے فرمایا واپس جاؤ، اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو، اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور اسی طرح ساری نماز میں کرو (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں دوسرے سجدے سے اُٹھ کر سیدھے کھڑے ہونے کا صاف طور پر ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سجدے کے بعد جبکہ تشہد نہ کرنا ہو، تو سیدھا کھڑا ہونا سنت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو ایک دوسرے طریقے سے بھی روایت کیا ہے، جس میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کا ذکر ہے۔ مگر خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ اسی مذکورہ روایت کا ذکر کیا ہے، جس میں بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہونے کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کھڑے ہونے والی روایت کو راجح سمجھتے ہیں۔ [۱]

اور متعدد محدثین نے دوسری روایت میں بیٹھنے کے الفاظ کو جلسۂ استراحت کے بجائے تشہد پر محمول

[۱] (ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال علیک السلام، السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب ما یفعل فی کل رکعة وسجدة من الصلاة ما وصفنا، السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب سجود الشکر، اعلاء السنن ج۳ ص ۱۵۱، باب فی ترک جلوس الاستراحة)

فرمایا ہے، جبکہ بعض نے ان الفاظ کو راوی کا وہم قرار دیا ہے۔ [۱]

علاوہ ازیں جلیل القدر صحابۂ کرام کے قول وفعل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس لئے بہرحال اس روایت کا راجح ہونا ہی صحیح ہے۔

(۲)......اور مسند ابو یعلیٰ موصلی کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثم ارفع حتی تطمئن قائما ، ثم افعل ذلک فی صلاتک کلھا (مسند ابویعلیٰ الموصلی،حدیث نمبر ۲۴۴۲)

ترجمہ: پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور اسی طرح ساری نماز میں کرو (ترجمہ ختم)

(۳)......اور مسند احمد کی ایک روایت میں جو حضرت یحییٰ بن خلاد نے اپنے چچا حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ (جو کہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے ہیں) سے روایت کی ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ قُمْ (مسند احمد حدیث نمبر ۱۸۲۲۷)

ترجمہ: پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ (ترجمہ ختم)

(۴)......اور معجم کبیر کی ایک روایت کے آخر میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ، ثُمَّ قُمْ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۴۳۹۶)

ترجمہ: پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ (ترجمہ ختم)

(۵)...... اور امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم اسجد ، فاعتدل ساجدا ، ثم قم ، فإذا فعلت ذلک ، فقد تمت صلاتک وکان فی هذا أمره صلی الله علیه وسلم الرجل بعد فراغه من هذه السجدة بالقیام بلا قعود أمره قبله (مشکل الآثار للطحاوی ، باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم مما اختلف فیه أهل العلم ، هل علیه بعد رفعه رأسه من السجدة الأخیرة الخ)

---

[۱] چنانچہ بخاری شریف کے شارح علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ (جو کہ خود شافعی ہیں، اور جلسۂ استراحت کے قائل ہیں، وہ) بھی اس کو راوی کا وہم اور غیر محفوظ یا پھر اس سے تشہد مراد ہونا قرار دیتے ہیں۔

(ملاحظه هو: فتح الباری لابن حجر، قوله باب من رد فقال علیک السلام ،وفتح الباری لابن حجر، قوله باب أمر النبی صلی الله علیه و سلم الذی لا یتم رکوعه بالإعادة ،فتح الباری لابنِ رجب، کتاب الصلاة، باب من استوی قاعداً فی وتر من صلاته ثم نهض)

ترجمہ: پھر آپ سجدہ کرو، اور اطمینان سے سجدہ کرو، پھر کھڑے ہو جاؤ، پس جب آپ نے یہ کرلیا تو آپ کی نماز مکمل ہوگئی۔

(امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس دوسرے سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد اس سے پہلے قعدہ کئے بغیر قیام کا حکم فرمایا ہے (ترجمہ ختم) [1]

(۶)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُونَ أَنْ يَنْهَضَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ (ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء كيف النهوض من السجود)

ترجمہ: نبی ﷺ نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے، اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں، کہ آدمی نماز میں دوسری، تیسری رکعت کے لئے، پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث کے ایک راوی خالد بن الیاس ہیں، جن پر محدثین نے ضعف کا کلام کیا ہے۔ لیکن دیگر احادیث اور صحابہ و تابعین کے عمل کی وجہ سے اس کا ضعف قابلِ تحمل ہے۔

ملاحظہ ہو: عمدة القاری، كتاب الاذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اعلاء السنن ج۳ص ۴۹، باب فی ترك جلوس الاستراحة)

اور اگر کوئی اس حدیث کو خالد بن الیاس کی وجہ سے ضعیف قرار دینے پر ہی مصر ہے، تو اس کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اگر کسی حدیث میں کوئی راوی ضعیف ہو، اگرچہ اس کے ضعف پر اتفاق ہو، لیکن خارجی قرائن اس کی صحت کی شہادت دیتے ہوں، تو بھی اس حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

ملاحظہ ہو: قواعد فی علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص ۶۰ تا ۶۲، رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب كل مادخل تبعا لايقابله شئ من الثمن، البحر الرائق شرح كنز الدقائق)

(۷)......حضرت عبدالرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں:

---

[1] امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند پر ایک شبہ کا جواب بھی ساتھ ہی بیان فرمادیا ہے۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مشكل الآثار للطحاوی، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مما اختلف فيه أهل العلم، هل عليه بعد رفعه رأسه من السجدة الأخيرة الخ)

Idara Ghufran

أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ جَمَعَ قَوْمَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَشْعَرِيِّينَ اجْتَمِعُوا وَاجْمَعُوا نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ أُعَلِّمُكُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لَنَا بِالْمَدِينَةِ (فذكر الحديث بطوله وفيه) ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَاسْتَوَى قَائِمًا ثُمَّ كَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا (مسند احمد حديث نمبر ۲۱۸۳۲)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا، اے اشعریین کی جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ، اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو، تاکہ میں تمہیں نبی ﷺ کی نماز سکھلا دوں، جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے، آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا، پھر (سجدے سے فارغ ہو کر) تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے (ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ روایت حسن درجے میں داخل اور قابلِ استدلال ہے۔ [1]

اس حدیث میں واضح طور پر سجدے سے فارغ ہو کر فوراً کھڑے ہونے کا ذکر ہے، اور بیٹھنے (یعنی جلسۂ استراحت) کا ذکر نہیں۔

(۸)......امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ وَكَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ ,وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو أُسَيْدٍ وَأَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ وَالْأَنْصَارُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ,أَنَّهُمْ تَذَاكَرُوا الصَّلَاةَ - .فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ " :أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبَعْتُ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . "قَالُوا :فَأَرِنَا , فَقَامَ يُصَلِّي وَهُمْ يَنْظُرُونَ ,فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ ,ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا ,ذَكَرَ فِيهِ أَنَّهُ لَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى , قَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ. فَلَمَّا جَاءَ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ,وَخَالَفَ الْحَدِيثَ الْأَوَّلَ ,احْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ مَا فَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ ,لِعِلَّةٍ كَانَتْ بِهِ ,فَقَعَدَ مِنْ أَجْلِهَا ,لَا لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ سُنَّةِ

---

[1] اور اس روایت میں شہر بن حوشب کی وجہ سے جو کلام کیا گیا ہے، محدثین نے اس کے ہوتے ہوئے بھی اس روایت کو حسن درجے میں داخل مانا ہے (مجمع الزوائد، ج۲ ص۱۳۰، آثار السنن ۱:۱۲۰، واعلاء السنن ج۳ ص۴۹، باب فی ترک جلوس الاستراحۃ)

الصَّلاةِ ,كَمَا قَدْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ بِالصَّلاةِ فَلَمَّا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ :إِنْ رِجْلِي لَا تَحْمِلَانِي .فَكَذَلِكَ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ الْقُعُودِ ,كَانَ لِعِلَّةٍ أَصَابَتْهُ ,حَتَّى لَا يُضَادَّ ذَلِكَ مَا رُوِيَ عَنْهُ فِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ ,وَلَا يُخَالِفُهُ .وَهَذَا أَوْلَى بِنَا مِنْ حَمْلِ مَا رُوِيَ عَنْهُ عَلَى التَّضَادِّ وَالتَّنَافِي .وَحَدِيثُ أَبِي حُمَيْدٍ أَيْضًا فِيهِ حِكَايَةُ أَبِي حُمَيْدٍ مَا حُكِيَ بِحَضْرَةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ .فَدَلَّ ذَلِكَ أَنَّ مَا عِنْدَهُمْ فِي ذَلِكَ غَيْرُ مُخَالِفٍ لِمَا حَكَاهُ لَهُمْ .وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي كَلَامِ أَيُّوبَ أَنَّ مَا كَانَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ يَرَى النَّاسَ يَفْعَلُونَهُ، وَهُوَ فَقَدْ رَأَى جَمَاعَةً مِنْ جُمْلَةِ التَّابِعِينَ .فَذَلِكَ حُجَّةٌ فِي دَفْعِ مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكٍ أَنْ يَكُونَ سُنَّةً .ثُمَّ النَّظَرُ مِنْ بَعْدِ هَذَا يُوَافِقُ مَا رَوَى أَبُو حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ .وَذَلِكَ أَنَّا رَأَيْنَا الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ فِي صَلَاتِهِ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ اسْتَأْنَفَ ذِكْرًا .مِنْ ذَلِكَ أَنَّا رَأَيْنَاهُ إِذَا أَرَادَ الرُّكُوعَ كَبَّرَ وَخَرَّ رَاكِعًا ,وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ,قَالَ :سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا خَرَّ مِنَ الْقِيَامِ إِلَى السُّجُودِ فَقَالَ :اللهُ أَكْبَرُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ وَإِذَا عَادَ إِلَى السُّجُودِ فَعَلَ ذَلِكَ أَيْضًا ,وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ لَمْ يُكَبِّرْ مِنْ بَعْدِ رَفْعِهِ رَأْسَهُ إِلَى أَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا ,غَيْرَ تَكْبِيرَةٍ وَاحِدَةٍ . فَدَلَّ ذَلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ سُجُودِهِ وَقِيَامِهِ جُلُوسٌ .وَلَوْ كَانَ بَيْنَهُمَا جُلُوسٌ , لَاحْتَاجَ أَنْ يَكُونَ تَكْبِيرُهُ بَعْدَ رَفْعِهِ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ,لِلدُّخُولِ فِي ذَلِكَ الْجُلُوسِ ,وَلَاحْتَاجَ إِلَى تَكْبِيرٍ آخَرَ ,إِذَا نَهَضَ لِلْقِيَامِ .فَلَمَّا لَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ ,ثَبَتَ أَنْ لَا قُعُودَ بَيْنَ الرَّفْعِ مِنَ السَّجْدَةِ الْأَخِيرَةِ ,وَالْقِيَامِ إِلَى الرَّكْعَةِ الَّتِي بَعْدَهَا ,لِيَكُونَ حُكْمُ ذَلِكَ وَحُكْمُ سَائِرِ الصَّلَوَاتِ ,مُؤْتَلِفًا غَيْرَ مُخْتَلِفٍ - .فَبِهَذَا نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ ,وَأَبِي يُوسُفَ ,وَمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ ,رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ (شرح معانی الآثار، کتاب الزیادات، باب ما یفعله المصلی بعد رفعه من السجدة الأخیرة من الرکعة الأولی)

ترجمہ: ابنِ عیاش بن سہل ساعدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے، جس میں ان کے والد بھی تھے، جو نبی علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، اور اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابواسید، حضرت ابوحمید ساعدی اور انصار رضی اللہ عنہم بھی تھے، انہوں نے نماز کے بارے میں مذاکرہ کیا، تو حضرت ابوحمید نے فرمایا کہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم

سے زیادہ جانتا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو حاصل کیا ہے، مجلس میں موجود حضرات نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھایئے، تو حضرت ابوحمید کھڑے ہوئے، نماز پڑھنا شروع کی اور حاضرینِ مجلس دیکھ رہے تھے، پھر آپ نے تکبیرِ تحریمہ کہی، اور پہلی تکبیر میں اپنے ہاتھ اٹھائے، پھر لمبی حدیث ذکر کی، اس میں یہ بھی ذکر کیا کہ جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو کھڑے ہوگئے اور بیٹھے نہیں۔ (امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) پس جب یہ مذکورہ حدیث آ گئی اور یہ (مالک بن حویرث کی) پہلی حدیث کے خلاف ہوئی، تو یہ احتمال پیدا ہوگیا، کہ پہلی حدیث میں جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، وہ کسی وجہ سے تھا، جس کی وجہ سے آپ بیٹھے تھے، اس وجہ سے نہیں کہ یہ نماز کی سنت تھا، جیسا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نماز میں چوزانو بیٹھے تھے، تو جب ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پیر بوجھ برداشت نہیں کرتے (اس لئے میں دوزانو کے بجائے چوزانو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوں) پس اسی طریقہ سے احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو یہ قعدہ کیا تو یہ کسی ضرورت کی وجہ سے تھا، اس لئے یہ حدیث دوسری روایت کے متضاد اور خلاف نہیں ہوئی، اور یہ بات زیادہ بہتر ہے ہمارے لئے اس کے مقابلہ میں کہ دونوں کے درمیان تضاد اور مخالفت پیدا کی جائے۔ اور حضرت ابوحمید کی حدیث میں جو واقعہ مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کے سامنے کا ہے، جس پر ان میں سے کسی نے نکیر نہیں کی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے صحابۂ کرام کے پاس اس کے مخالف کوئی بات نہیں تھی۔ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت ایوب کی گفتگو میں جو یہ بات ہے کہ عمرو بن سلمہ اس جلسۂ استراحت کو کرتے تھے، جس کو انہوں نے دوسرے لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حالانکہ حضرت ایوب نے تابعین کی بڑی جماعت کو دیکھا ہے، پس حضرت ایوب کی یہ بات اس کی مدافعت کے لئے کافی ہے جو ابوقلابہ سے مالک بن حویرث سے جلسۂ استراحت کے سنت ہونے کے بارے میں مروی ہے۔ پھر حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی روایت عقل وقیاس کے بھی موافق ہے، اور وہ اس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے، تو اس وقت ایک

ذکر کرتا ہے، چنانچہ جب رکوع کا ارادہ کرتا ہے، تو تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتا ہے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتا ہے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے، اور جب قیام سے سجدوں کی طرف جاتا ہے تو اللہ اکبر کہتا ہے، اور جب سجدوں سے اپنا سر اٹھاتا ہے تو اللہ اکبر کہتا ہے، اور جب سجدوں کی طرف دوبارہ جاتا ہے تو بھی اللہ اکبر کہتا ہے، اور جب دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتا ہے تو اپنے سر کو سجدہ سے اٹھانے کے بعد سے لے کر کھڑے ہونے تک ایک ہی تکبیر کہتا ہے، تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ اور قیام کے درمیان جلسہ نہیں ہے، اور اگر ان دونوں کے درمیان جلسہ ہوتا ہے، تو اس بات کی ضرورت پیش آتی کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد ایک تکبیر ہو، تاکہ وہ اس جلسہ میں داخل ہو، اور پھر دوسری تکبیر کی ضرورت ہوتی جب وہ قیام کے لئے اٹھتا، مگر جب اس دوسری تکبیر کا حکم نہیں ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ دوسرے سجدہ سے اٹھنے کے درمیان اور اس کے بعد والی رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے درمیان قعدہ نہیں ہے، تاکہ اس کا حکم اور نماز کی تمام حالتوں کا حکم برابر ہوتا، اور ایک دوسرے سے مختلف نہ ہوتا۔ اور ہم اس کو لیتے ہیں (کہ جلسۂ استراحت سنت نہیں ہے) اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا قول ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: امام طحاوی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے احادیث اور قواعد دونوں کی رُو سے جلسۂ استراحت کا سنت نہ ہونا معلوم ہوا۔

(۹)......اور ابوداؤد، صحیح ابنِ حبان اور سنن کبریٰ بیہقی کی روایت میں بھی یہ صراحت ہے کہ:

ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ (ابوداؤد باب من ذکر التورک فی الرابعة، صحیح ابن حبان، السنن الکبریٰ للبیہقی)

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے (سجدہ میں جانے کے لئے) تکبیر کہی، پھر سجدہ کیا، پھر (دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت) تکبیر کہی، اور آپ سیدھے کھڑے ہوگئے، بیٹھے نہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: بہرحال حضرت ابوحمید کی مذکورہ حدیث اس بارے میں واضح ہے کہ آپ ﷺ نے دوسرے سجدہ کے بعد جلسۂ استراحت نہیں کیا، اور سیدھے کھڑے ہوگئے۔

(۱۰)......حضرت شعبی فرماتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا وَأَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ (كَانُوا يَنْهَضُونَ فِي الصَّلاةِ عَلَى صُدُورِ أَقْدَامِهِمْ.(المصنف لابنِ ابی شیبة،من کان ینهض علی صدور قدمیه)

ترجمہ: حضرت عمر،حضرت علی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل (یعنی سجدے سے اُٹھتے وقت پنجوں کے زور پر سیدھے) کھڑے ہوا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: احادیث وروایات میں جہاں کہیں بھی قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہونے کا ذکر ہے، اس سے جلسۂ استراحت نہ کرنا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ پنجوں کے بل کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں جس طرح سنت کے مطابق پنجے زمین پر ہوتے ہیں،تو اس حالت پر سیدھا کھڑا ہو جانا۔

اس روایت سے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (جو کہ خلیفۂ راشد ہیں)اور دیگر صحابۂ کرام کا سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑا ہونا معلوم ہوا۔

اور صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے عمل کا سنت کی ترجمانی بلکہ سنت ہونا واضح ہے۔

(۱۱)......حضرت عبید بن ابی جعد سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَلِيٌّ يَنْهَضُ فِي الصَّلاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ (المصنف لابنِ ابی شیبة، باب من کان ینهض علی صدور قدمیه ،الاوسط لابن المنذر،حدیث نمبر ۱۴۵۵)

ترجمہ: حضرت علی نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھے (یعنی جلسۂ استراحت کیے) بغیر سیدھے کھڑا ہونا معلوم ہوا۔

(۱۲)......حضرت عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بن يَزِيدَ، يَقُولُ :رَمَقْتُ عَبْدَ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ فِي الصَّلاةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ، وَلا يَجْلِسُ، قَالَ ":يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى، وَالثَّالِثَةِ."(المعجم الکبیر للطبرانی ، مصنف عبدالرزاق،باب کیف النهوض من السجدة الآخرة ومن الرکعة الاولیٰ؛ جزء حدیث سفیان بن عینیة، حدیث نمبر ۲۱)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے دیکھا کہ آپ (پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے) کھڑے ہو جاتے ہیں، بیٹھتے نہیں، عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اپنے قدموں کے پنجوں کے بل

کھڑے ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ [1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی سجدے سے فارغ ہوکر بیٹھے (یعنی جلسۂ استراحت کیے) بغیر سیدھے کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

(۱۳)......حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں:

حَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ "يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ ,"فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ :حَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَفْعَلُهُ .(المعجم الكبير للطبرانی ، حديث نمبر ۹۲۲۷، واللفظ لهٗ؛ المصنف لابن ابی شيبة، باب من كان ينهض على صدور قدميه)

ترجمہ: مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی، کہ بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں (پہلی اور تیسری رکعت کے بعد) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ابراہیم نخعی سے تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اسی طرح کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۴)......اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اتباع میں حضرت عمارہ بن عمیر بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت اعمش فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَارَةَ بْنَ عُمَيْرٍ يُصَلِّی مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ كِنْدَةَ -قَالَ -فَرَأَيْتُهُ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ، فَلَمَّا قَامَ مِنَ السَّجْدَةِ الأَخِيرَةِ قَامَ كَمَا هُوَ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ ، فَقَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ :أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُومُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فِی الصَّلاَةِ(السنن الكبریٰ للبيهقی ، كتاب الصلاة)

ترجمہ: میں نے عمار بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا، پھر سجدہ کیا، جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله رجال الصحيح.(مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۳۶)

فرمایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان سب روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بطورِ سنت یہ عمل کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کی دوسروں نے بھی اتباع کی۔

(۱۵)......حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ "إِذَا كَبَّرَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ قَامَ بِهَا ." (المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر ۹۲۲۸ ، واللفظ لهٗ ؛ الاوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۱۴۵۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب تکبیر کہتے ہوئے سجدے سے اپنا سر اُٹھاتے تھے، تو اس تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۶)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابراہیم نخعی سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت ہے:

عن عبد الرحمن بن يزيد قال : كان عبد الله ينهض على صدور قدميه من السجدة الآخرة وفى الركعة الاولى والثالثة (عبدالرزاق، باب كيف النهوض الخ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو کر اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۷)......اور مصنف ابنِ ابی شیبۃ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّالِثَةِ لا يَقْعُدُ حِينَ يُرِيدُ أَنْ يَقُومَ حَتَّى يَقُومَ. (المصنف لابنِ ابى شيبة، مَنْ كَانَ يَقُولُ إِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں اور تیسری رکعت میں جب کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے، تو کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھتے نہیں تھے (ترجمہ ختم)

(۱۸)......حضرت طاؤس فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَجْثُو عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فَقُلْتُ هَذَا يَزْعُمُ النَّاسُ أَنَّهُ مِنَ الْجَفَاءِ قَالَ هُوَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد حديث نمبر ۲۷۱۰)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے، میں نے کہا کہ بعض لوگ تو اس کو زیادتی خیال کرتے ہیں، تو حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ کے نبی ﷺ کی سنت ہے(ترجمہ ختم)

(۱۹)......امام ابنِ منذر اور حضرت عبدالرزاق رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی وہ روایت نقل فرما کر جس میں ان کے پہلی اور تیسری رکعت کے اختتام پر پنجوں کے بل کھڑے ہونے کا ذکر ہے، ابوعطیہ سے روایت فرماتے ہیں:

أن ابن عباس وابن عمر كانا يفعلان ذلک (الاوسط لابن المنذر حديث نمبر ۱۴۴۹ ؛ مصنف عبدالرزاق،باب كيف النهوض من السجدة الآخرة ومن الركعة الاولىٰ)

ترجمہ: بے شک حضرت ابنِ عباس، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کیا کرتے تھے(کہ پہلی اور تیسری رکعت میں بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے)(ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نافع کی روایت آگے آرہی ہے۔

(۲۰)......حضرت نافع سے روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّهُ كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلاَةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ. (المصنف لابنِ ابی شيبة،من كان ينهض على صدور قدميه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پاؤں کے بل کھڑے ہوجاتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۱)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت نافع سے ان الفاظ میں روایت ہے:

عن ابن عمر أنه كان يقوم إذا رفع رأسه من السجدة معتمدا على يديه قبل أن يرفعهما (مصنف عبدالرزاق،باب كيف النهوض من السجدة الآخرة ومن الركعة الاولىٰ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سجدے سے اپنا سر اُٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر سہارا لیتے ہوئے اُنہیں اُٹھانے سے پہلے کھڑے ہوجاتے تھے(ترجمہ ختم)

فَحَدَّثْتُ بِهِ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ :رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُومُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الصلاة، باب من قال يرجع على صدور قدميه،حديث نمبر ۲۸۷۲)

ترجمہ: امام اعمش کہتے ہیں کہ پھر میں نے حدیث خیثمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے(ترجمہ ختم)

(۲۲)......امام بخاری رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

عن الازرق بن قیس رأی ابن عمر ینهض علی صدور قدمیه حین ینهض من السجود(التاریخ الکبیر ، باب حبیب)

ترجمہ: ازرق بن قیس جنہوں نے حضرت ابنِ عمر کو دیکھا ہے، ان سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سجدوں سے اٹھتے وقت اپنے قدموں کے پنجوں پر (بیٹھے بغیر) کھڑے ہوتے تھے(ترجمہ ختم)

(۲۳)......حضرت نعمان بن ابی عیاش فرماتے ہیں کہ:

أَدْرَكْت غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ (فَكَانَ إذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ ، وَلَمْ يَجْلِسْ.(المصنف لابنِ ابی شیبة)

ترجمہ: میں نے نبی علیہ السلام کے بے شمار صحابۂ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے، بیٹھتے نہیں تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجے میں داخل اور قابلِ استدلال ہے۔ [۱]

(۲۴)......امام اعمش کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَقُومُونَ عَلَى صُدُورِ أَقْدَامِهِمْ فِي الصَّلاَةِ.(السنن الکبریٰ للبیهقی ، کتاب الصلاة)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ روایت دوسری روایات کے ساتھ مل کر حسن درجہ میں داخل ہے۔

(۲۵)......حضرت عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ کو دیکھا:

إذا رفع رأسه من السجود لم يتلبث قال :ينهض وهو يكبر في نهضته للقيام قال عطاء :تعجبت من ذلک حتی بلغنی أن الامر کان علی ذلک .(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۲۹۶۰)

---

[۱] واسناده حسن (آثار السنن ۱ : ۱۲۱ ،واعلاء السنن ج۳ص۴۸، باب فی ترک جلوس الاستراحة)

ترجمہ: جب حضرت معاویہ سجود سے سر اٹھاتے تو ٹھہرتے نہیں تھے، اور قیام کی تکبیر کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے، حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مجھے (شروع میں) اس سے تعجب ہوا یہاں تک کہ مجھ تک یہ بات پہنچ گئی کہ اصل عمل اسی پر ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب حضرت عطاء کا یہ تھا کہ سجدہ سے اٹھتے ہی بغیر ٹھہرے بہت جلدی قیام کرنے پر مجھے شروع میں تو تعجب ہوا، لیکن بعد میں مجھے اس عمل کا سنت ہونا دوسرے ذرائع سے پہنچ گیا، تو میرا تعجب ختم ہو گیا۔

(۲۶)......حضرت وہب بن کیسان کہتے ہیں کہ:

رَأَیُت ابُنَ الزُّبَیُرِ إذَا سَجَدَ السَّجُدَۃَ الثَّانِیَۃَ قَامَ کَمَا ھُوَ عَلَی صُدُورِ قَدَمَیُہِ (المصنف لابنِ ابی شیبة،من کان ینھض علی صدور قدمیه)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو دونوں پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے (ترجمہ ختم)

(۲۷)......حضرت امام ابنِ منذر رحمہ اللہ وہب بن کیسان سے ہی روایت کرتے ہیں:

رأیت ابن الزبیر إذا سجد السجدة الثانیة قام کما ھو علی صدور قدمیه.
وقال ابن أبی الزناد :السنة أن یعجل الإمام الوثوب من کل سجدة ، ولا یجلس فی الواحدة والثالثة ، وھذا قول سفیان الثوری ، ومالک ، وأصحاب الرأی .وممن روینا عنه أنه کان ینھض علی صدور قدمیه عمر ، وعلی ، وابن الزبیر ، وأبو سعید الخدری ، وبه قال أحمد وإسحاق ، وفعل ذلک أحمد ، واحتج بحدیث یحیی القطان ، عن ابن عجلان وبما روی عن أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم أنھم کانوا ینھضون علی صدور أقدامھم ، وقال :عامة الأحادیث علی ذلک ، وذکر عمر ، وعلیا ، وعبد اللہ ، وحدیث ابن عجلان ، فذکر له حدیث مالک بن الحویرث ، فقال : قد عرفته ، ذاک أکثر (الاوسط لابن المنذر، حدیث نمبر ۱۴۵۷)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب آپ دوسرے سجدہ سے فارغ ہوتے تو اسی حالت پر اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے تھے (اور بیٹھتے نہیں تھے) اور ابنِ الزناد نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ امام ہر سجدہ سے اٹھنے میں جلدی کرے، اور پہلی اور دوسری رکعت میں بیٹھے نہیں، اور یہی حضرت سفیان ثوری کا اور امام مالک کا اور

احناف کا قول ہے، اور جن حضرات سے ہم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں پر کھڑے ہوجاتے تھے، ان میں حضرت عمر اور حضرت علی اور ابنِ زبیر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم ہیں، اور امام احمد بن حنبل اور حضرت اسحاق بن راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام احمد نے بھی یہی فعل کیا ہے، اور انہوں نے یحییٰ قطان کی حدیث سے جو ابنِ عجلان سے مروی ہے دلیل پکڑی ہے، اور اس سے بھی جو نبی ﷺ کے اصحاب سے مروی ہے کہ وہ اپنے پیروں پنجوں پر کھڑے ہوجاتے تھے، اور امام احمد نے فرمایا کہ عام احادیث اسی کے مطابق ہیں، اور انہوں نے حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ کا ذکر کیا، اور ابنِ عجلان کی حدیث کا بھی ذکر کیا، اور جب ان کے سامنے مالک بن حویرث کی حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں، مگر اکثر وہی (جلسۂ استراحت نہ کرنے کی) روایات ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: ملحوظ رہنا چاہئے کہ جلیل القدر صحابۂ کرام کی طرح جلیل القدر تابعین وتبع تابعین سے بھی جلسۂ استراحت نہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ امام زہری جیسے جلیل القدر محدث نے تو اپنے تمام محدث مشائخ کا یہی معمول بیان فرمایا ہے، اور ظاہر ہے کہ تابعین وتبع تابعین نے یہ عمل صحابۂ کرام وتابعین وغیرہ سے ہی اخذ کیا ہوگا، جیسا کہ صحابۂ کرام نے یقیناً حضور ﷺ سے اخذ کیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸)......حضرت زبیر بن عدی فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، أَنَّهُ كَانَ يُسْرِعُ فِي الْقِيَامِ فِي الرَّكْعَةِ الْأَولَى مِنْ آخِرِ سَجْدَةٍ. (المصنف لابنِ ابی شیبة، مَنْ كَانَ يَقُولُ إِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأَولَى فَلاَ تَجْلِسْ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کرکے قیام میں جلدی کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۹)...... محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَنْهَضُ فِي الصَّلاَةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ (المصنف لابنِ ابی شیبة، من كان ينهض على صدور قدميه ؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الصلاة)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے

تھے (ترجمہ ختم)

(۳۰)...... حضرت خیثمہ فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَيْرٍ ، قَالَ يَنْهَضُ فِي الصَّلاَةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ (المصنف لابنِ ابی شیبة، باب من كان ينهض على صدور قدميه)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمیر نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

(۳۱)......حضرت امام زہری فرماتے ہیں:

كَـانَ أَشْيَـاخُـنَـا لاَ يُمَايِلُونَ يَعْنِي إِذَا رَفَعَ أَحَدُهُمْ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى وَالثَّالِثَةِ يَنْهَضُ كَمَا هُوَ ، وَلَمْ يَجْلِسْ (المصنف لابنِ ابی شیبة، مَنْ كَانَ يَقُولُ إِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى فَلاَ تَجْلِسْ)

ترجمہ: ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا، بیٹھتا نہ تھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: امام زہری کا احادیث کے سلسلہ میں بڑا مقام ہے، اور یہ بخاری ومسلم سمیت صحاحِ ستہ کی کتابوں کے راوی ہیں، اور خود بھی محدثین کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔

آخر میں علامہ تیمیہ کے شاگردِ خاص علامہ ابنِ قیم جوزی کا کلام نقل کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

ويصنع في الثانية مثل ما صنع في الأولى ,ثم يرفع رأسه مكبرا وينهض على صدور قدميه معتمدا على ركبتيه وفخذيه .وقال مالك بن الحويرث :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان في وتر من صلاته لم ينهض حتى يستوي قاعدا ,فهذه تسمى جلسة الاستراحة لا ريب أنه صلى الله عليه وسلم فعلها ,ولكن هل فعلها على أنها من سنن الصلاة وهيئاتها كالتجافي وغيره أو لحاجته إليه لما أسن وأخذه اللحم؟ وهذا الثاني أظهر لوجهين: أحدهما أن فيه جمعا بينه وبين حديث وائل بن حجر وأبي هريرة أنه كان ينهض على صدور قدميه .الثاني :أن الصحابة الذين كانوا أحرص الناس على مشاهدة أفعاله وهيئات صلاته كانوا ينهضون على صدور أقدامهم (الصلاة وأحكام تاركها ،المسألة العاشرة وهي :مقدار صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم،ص۶۷،الناشر:مكتبة الثقافة بالمدينة المنورة)

ترجمہ: اور دوسرے سجدہ میں بھی اسی طرح کرے، جس طرح پہلے سجدہ میں کیا تھا، پھر سجدہ

سے تکبیر کہتا ہوا اپنا سر اٹھائے اور اپنے گھٹنوں اور رانوں کا سہارا لیتے ہوئے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہوجائے (جلسۂ استراحت نہ کرے) اور مالک بن حویرث نے فرمایا کہ نبی وتر کی نماز میں بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے، پس اس کا نام جلسۂ استراحت ہے، اس میں شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس کو کیا ہے، لیکن آیا اس لئے کیا ہے کہ یہ نماز کی سنتوں اور ھیئتوں میں سے ہے، جیسا کہ کشادہ ہوکر سجدہ کرنا وغیرہ، یا پھر نبی ﷺ نے کسی ضرورت مثلاً عمر زیادہ ہونے یا جسم بھاری ہونے کی وجہ سے کیا ہے، اور یہ دوسری وجہ ہی (کہ ضرورت کی وجہ سے کیا تھا، سنت کی وجہ سے نہیں کیا تھا) زیادہ ظاہر اور راجح ہے، اور اس کی دو وجوہات ہیں:

ایک یہ کہ اس صورت میں مالک بن حویرث کی مذکورہ حدیث اور حضرت وائل بن حجر اور حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث ''کہ نبی ﷺ سیدھے اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوجاتے تھے'' دونوں جمع ہوجاتی ہیں (اور ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی ضائع نہیں جاتی)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ صحابۂ کرام جو نبی ﷺ کے افعال اور نماز کی ھیئتوں کے مشاہدہ کرنے پر بہت زیادہ حریص تھے، اپنے قدموں کے پنجوں کے بل ہی (بغیر جلسۂ استراحت کئے) کھڑے ہوجاتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ہمیں امید ہے کہ بالخصوص موقع بموقع علامہ ابنِ تیمیہ اور علامہ ابنِ قیم کی پیروی اختیار کرنے اور ان کے حوالہ جات پیش کرنے والے حضرات کے لئے یہ حوالہ جات قابلِ اطمینان ہونگے اور شکوک وشبہات اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی شان میں بدگمانی اور بدزبانی کے خاتمہ کا باعث ہونگے۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 16

''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' شائع ہوگیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

ہماری گزشتہ تفصیل کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ دلائل وحقائق کے لحاظ سے صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ تندرست وقوی انسان کے لئے پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے فارغ ہوکر جلسۂ استراحت سنت نہیں ہے، البتہ بیماری وکمزوری اور عاجز کے لئے جلسۂ استراحت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بلکہ امید ہے کہ اس عذر کی وجہ سے حضورﷺ کی اتباع میں وہ سنت کے ثواب سے محروم نہیں ہوگا۔

اور اس کے برعکس جو حضرات معذور وغیر معذور سب کے حق میں بلاتفریق جلسۂ استراحت کو سنت قرار دینے پر مصر ہیں، اور اپنے مقابلہ میں دوسرے حضرات کو سنت کا تارک اور قابلِ ملامت سمجھتے ہیں، وہ اس سلسلہ میں راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان مؤرخہ: ۲۷/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۰ھ بمطابق 23/ مئی/ 2009ء

دارالافتاء، والاصلاح ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۰ ''سوالات وجوابات''﴾

غور کیجئے یہاں انہوں نے بھی اللہ کا لفظ بولا تھا، تو ان کا بھی یہ خیال تھا کہ اگر یہ بت راضی ہوں گے تو اللہ راضی ہوگا۔ اور یہ (آجکل کے مزار پرست) بھی یہی کہتے ہیں، کہ ہم ان مزاروں پر نذر ونیاز اور چڑھاوے، اس لئے چڑھاتے ہیں، تا کہ ہم سے اللہ راضی ہوجائے، اور ہمارے کام بنادے، دیکھئے اِن کی بھی سوچ یہی ہے کہ کام اللہ نے بنانے ہیں، اور یہی سوچ اُن (مشرکین مکہ) کی بھی تھی۔ مگر یہ ان مزاروں والوں کو اللہ کی بارگاہ میں وکیل مانتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وکالت کی ضرورت نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی عدالت نہیں بنائی جس میں وکیل کی ضرورت ہو، اگر وکیل کی ضرورت ہو بھی تو دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آیا وکیل کام بنواتا ہے یا رہنمائی کرتا ہے؟ وکیل کا کام تو گائیڈ لائن دینا اور رہنمائی کرنا ہوتا ہے، اگر اسلام میں وکالت کا کوئی تصور ہے تو یہی ہے کہ وہ کسی اللہ والے سے مسئلہ پوچھے اس سے رہنمائی لے، جس طرح وکیل قانون بتاتا ہے، وکیل کسی کو اولاد نہیں دیتا، تو جتنا وکالت کا تصور دنیا میں پایا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ چلو اتنا ہی ان کے بارے میں بھی مان لو، کہ یہ شریعت کی باتیں بتانے والے ہیں، لیکن خود یہ کچھ دینے والے نہیں، لیکن وہ اس طرف نہیں آتے۔ ہم اولیاء اللہ کو اس نقطۂ نظر سے مانتے ہیں، کہ انہوں نے شریعت پر چل کر ہمیں راستہ بتایا اور شریعت کھولی ہمارے سامنے کہ شریعت پر اس

طرح سے چلنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح اولیاءاللہ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب:مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۱۴۲۴/۴/۵ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

مجاہدہ اور عبادت

سوال: کیا ہر قسم کا مجاہدہ عبادت ہے؟

جواب: ہر قسم کا مجادہ تو عبادت نہیں ہوتا، بلکہ وہ مجاہدہ عبادت ہے جو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کیا جائے،اور شریعت کے تقاضے کو مدنظر رکھ کر کیا جائے،اوراوراس سے شرعی ذمہ داریوں میں سے کوئی ذمہ داری فوت نہ ہو،ورنہ محض مجاہدہ تو بعض غیر مسلم بھی کرتے ہیں،یہاں تک کہ بعض ہندوؤں کے مخصوص مذہبوں میں یہ عبادت ہے کہ عضو مخصوص میں سوراخ کر کے بیند کر ان میں کڑے ڈال دیئے جاتے ہیں،تا کہ یہ کسی سے غلط کام کر ہی نہ سکیں،اور نہ ہی شادی کرسکیں،اور وہ ننگے رہتے ہیں، چنانچہ اس قسم کے ننگے بچپن میں ہم نے بھی راستوں سے گزرتے ہوئے دیکھے ہیں،اور جس علاقے سے گزر جائیں، ہندو اس علاقہ کو پاک سمجھتے ہیں،وہ بالکل سامنے اور نیچے دیکھتے ہیں اور بالکل سیدھے چلتے ہیں،اور اگر ان میں سے کوئی نظر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھ لے تو وہ اس (برہمن) مذہب کے خاص عہدہ سے نکال دیا جاتا ہے،وہ جسکے گھر چلے جائیں،ان کی مرضی ہے،وہاں جا کر وہ کھانا کھائیں یا کچھ کریں۔ غرضیکہ ان کے نزدیک خواہش کو کسی بھی طریقہ سے پورا کرنا جرم ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

اسی طرح ہندوں کے اور بھی کئی مجاہدے ہوتے ہیں، مثلاً دہلی میں گنگا اور جمنا میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، کہ کوئی مدتِ دراز سے ننگا بیٹھا ہے، اور کوئی ہندو ایک ٹانگ پر کھڑا ہے، کوئی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہے، کوئی ننگا ہے، کوئی الٹا ہوا ہوا ہے، کوئی لیٹا ہوا ہے، کوئی بیٹھا ہوا ہے، وغیرہ۔ اس قسم کے مجاہدے ہندوؤں کے ہاں ہوتے ہیں، اور ہمارے لوگ بھی ایک عرصہ تک چونکہ ہندوؤں کے ساتھ رہے ہیں اس لئے ان کی دیکھا دیکھی اس طرح کی بعض چیزیں ان میں بھی آ گئی ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ بھی کوئی عبادت ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے، کہ فلاں شخص چالیس سال تک ننگا رہا، اور فلاں نے چالیس سال تک غسل نہیں کیا وغیرہ حالانکہ یہ سارے تصورات اور اس قسم کے مجاہدات ہندوانہ ہیں، اسلام میں نہ اس قسم کا کوئی تصور ہے، اور نہ ایسے شخص کو متبع بنانے کا حکم ہے، اور نہ ہی اس طرح کی چیزوں کے عبادت ہونے کے بارے میں کوئی تصور پایا جاتا ہے، آج ہمارے معاشرے میں اس طرح کی چیزوں میں بڑا بگاڑ آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

فتنہ گوہر شاہی اور امام مہدی

سوال: ایک اشتہار نظر سے گزرا اس میں گوہر شاہی نامی شخص جو کہ مر چکا ہے، اس کے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: اس شخص کے بارے میں اس کی زندگی میں بھی اس کے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا رہا، اگرچہ اس کا دعویٰ اس وقت بھی غلط تھا، اور اب بھی اس کے پیروکاروں کا دعویٰ غلط ہے، ہاں اگرچہ اس کی زندگی میں تو اس کا یہ جھوٹا دعویٰ تھوڑی بہت دیر کے لئے چل بھی جاتا، مگر اس کے مرنے کے بعد تو بالکل ہی پکی بات ہوگئی کہ وہ امام مہدی نہیں تھا، اس لئے کہ جن احادیث سے امام مہدی کا دنیا میں آنا ثابت ہوتا ہے، ان میں امام مہدی کی کچھ صفات اور اوصاف بھی مذکور ہیں، گوہر شاہی میں ان سے دور دور تک کا کوئی واسطہ نظر نہیں آتا۔ مثلاً ایک یہ کہ وہ جہاد کریں گے، اور انقلاب پیدا ہوگا، اور مسلمان غالب آ جائیں گے اور یہ (کافر) مغلوب ہو جائیں گے، وغیرہ یہ تمام چیزیں ثابت ہیں، اور گوہر شاہی میں ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی، مہدی کے آنے کے بعد مسلمانوں کا یہ حال نہیں ہوگا، جو آج کل پٹ پٹا کر ہو رہا ہے، اس لئے یہ دعویٰ کرنا کہ مہدی گوہر شاہی تھا، یہ عقیدہ سراسر غیر اسلامی بلکہ کفر ہے۔

حقیقی پیر کی پہچان

سوال: حقیقی پیر کون ہوتا ہے؟ کیا ایسا شخص جس کے پاس آنے جانے سے دین کی کچھ باتیں معلوم ہوجائیں اور زندگی میں آجائیں لیکن اس میں بعض باتیں خلافِ دین بھی ہوں تو کیا اس کو پیر بنایا جاسکتا ہے، یا اس کو دوست بنانا چاہیئے؟

جواب: پیر وہ ہوتا ہے، جو شریعت پر چلنے والا ہو، اور جو شریعت پر چلنے والا نہ ہو، اسے پیر بنانا جائز نہیں چاہے اس سے دین کا کوئی اور فائدہ حاصل ہوجائے، یوں تو بعض نیک کام غیر پیروں کے پاس بیٹھ کر بھی کرنے لگتا ہے، اچھی صحبت میں بیٹھ کر بہت سی تبدیلی آجاتی ہے، لیکن وہ دوست ہی رہتا ہے، پیر نہیں ہوتا، پیر کے لئے شرائط ہیں، کہ وہ شریعت پر چلنے والا ہو نبی کا متبع ہو، سنت کا متبع ہو وغیرہ، ورنہ تو وہ ایک دوست والی کیفیت ہے۔

لیکن دوست بھی اس قسم کا کہ اس سے زیاد تعلقات نہ ہوں اگر یہ شخص اس طرح کے دوست کے پاس زیادہ جائے گا، تو اس سے اگر کچھ اچھائیاں منتقل ہوں گی تو کچھ خامیاں بھی منتقل ہوں گی، اور یہ غیر شعوری طور پر منتقل ہوں گی، کچھ اچھائیاں مثلا اس کے پاس آنے جانے کی وجہ سے نمازی ہوگیا لیکن اس شخص کا عقیدہ خراب ہے، کہ اس میں شرک یا بدعت ہے، اب یہ شخص نماز تو پڑھنے لگا لیکن عقیدہ میں شرک یا بدعت آگئی تو اس نماز کا فائدہ کیا ہوا جس سے عقیدہ ہی بگڑ گیا، اس لئے پیر بنانے سے پہلے اچھی طرح سے دیکھ لے کہ وہ شریعت پر چلنے والا ہے یا نہیں، اگر وہ شریعت پر چلنے والا ہے تو پھر اس کی صحبت بھی اختیار کرے، اور اس کو بزرگ بھی سمجھے، لیکن پہلی کسوٹی شریعت ہے، جب اس کا شریعت کے خلاف عمل کرنا واضح ہوجائے، مثلاً کہ اس کے پاس بے پردہ عورتیں آتی ہیں، اور وہ پردہ کا خیال نہیں رکھتا ہے، یا مثلاً اس کے ہاں موسیقی ہوتی ہے، یا وہ نشہ کرتا ہے، یا نماز نہیں پڑھتا ہے، پھر اس کو پیر بنانا جائز نہیں، ہاں اس کو دوست کہہ سکتے ہیں، اور اس سے اچھی چیز لے سکتے ہیں، بری چیز نہیں لے سکتے، اور اگر کوئی بری چیز اس سے صادر ہو تو اس کو برا بھی کہیں گے، یہ نہیں کہ کوئی اگر پیر ہے، یا دوست ہے، تو اس کی بری چیز بھی اچھی بن گئی، اور یہی ہوتا ہے، کہ جس کو پیر سمجھا جاتا ہے، اس کی برائی کرنا پھر اچھا نہیں ہوتا، اور مریدین اس کو اچھا ہی سمجھتے ہیں (بہشتی زیور حصہ ۷ صفحہ ۲۱) اور بہت سی جگہ چرس وغیرہ سے بھری ہوئی سگریٹ پلا کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ کو پہلے آسمان کی سیر کرائی جارہی ہے، اب دوسرے کی سیر کرائی جارہی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان نشہ کرتا ہے تو اس کو یہ محسوس ہوتا ہے، کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں، اس کے بعد

شور ہو جاتا ہے کہ آسمان کی سیر ہو رہی ہے، کیونکہ جب تیز بھری ہوئی پلائی جائے گی تو جیسا اس وقت محسوس ہوگا ایسا تو کبھی اسے محسوس ہوا ہی نہیں ہوگا، اس لئے کہا جاتا ہے، کہ آسمان کی یا عرش کی سیر کر آئے ،حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، بلکہ اسے نشے کی وجہ سے ایسا محسوس ہو رہا ہوتا ہے۔

مزار اور مرادیں

سوال: کچھ لوگ مزاروں پر جاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی مرادیں پوری بھی ہو جاتی ہیں، اگر وہ غلط ہیں تو پھر ان کی مرادیں کیوں پوری ہوتی ہیں؟

جواب: یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ مرادیں تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی پوری کرتے ہیں، اور وہ مزار پر نہ جانے والوں کی مرادیں بھی پوری کرتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو مزاروں پر نہیں جاتے ہیں مگر ان کی بھی مرادیں پوری ہوتی ہیں، اس لئے ہر جگہ مرادیں پوری کرنے والی طاقت ایک ہی ہے، مگر ذہنیت الگ الگ ہے، کہ جو وہاں جاتا ہے، اس کا عقیدہ وہاں سے ہے، اور جو نہیں جاتا اس کا عقیدہ اللہ سے ہے، وہ شخص اگر نہ جاتا تب بھی اس کی مراد پوری ہو جاتی، لیکن اب وہ جائے گا تو وہ یہ سمجھے گا کہ وہاں مزار سے مراد پوری ہوئی ہے، مثال کے طور پر دس سال تک جاتا رہا ضرورت پوری نہیں ہوئی اور دس سال بعد ہوگئی تو دس سال پہلے بھی حاجت پوری ہو سکتی تھی، وہ کیوں نہ ہوئی؟ جب کہ کئی لوگوں کی ضرورت جائے بغیر بھی پوری ہو جاتی ہے، مگر وہ سمجھتا ہے کہ آج دس سال بعد جا کر پیر صاحب راضی ہوئے ہیں، اور نظرِ عنایت کی ہے، اب یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہی سوچ ہندوؤں کی بھی اپنے بتوں کے بارے میں ہے، کہ وہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اور جیسا کہ ان لوگوں کا مزاروں کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں، بعینہ یہی عقیدہ ہندوؤں کا اپنے بتوں کے بارے میں ہے، ہندو تو یہی کہتے ہیں، کہ ہم ان بتوں کی نذر و نیاز اس لئے دیتے ہیں، کہ اس سے بھگوان راضی ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں مکہ کے مشرکین کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا، کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو کیوں پوجتے ہو؟ تو وہ کہتے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی(سورۃ الزمر ۳)

کہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے بتوں کی پوجا اس لئے کرتے ہیں تا کہ ہم اللہ کے قریب ہو جائیں اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

﴿بقیہ صفحہ ۸۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (سترہویں وآخری قسط)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

اسرائیلی مآخذ خصوصاً توراۃ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا بھی نام بنام تذکرہ ہے، توراۃ کے قول کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، جو بارہ سردار اور قبیلوں کے بانی ٹھہرے، ہر ایک سے جدا جدا نسل چلی، جو آگے مستقل قوم اور قبیلہ بنی، اور یوں اسماعیل علیہ السلام کی نسل خوب بڑھی، اور پورے عرب وشام ومصر وغیرہ میں پھیل گئی، تا آنکہ قریشِ مکہ میں جو آپ کی نسل سے تھے، حضور نبی کریم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعثت ہوئی، اور یوں قیامت تک کے لئے ہدایت کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے آپ کی نسل کے ساتھ جڑ گیا، اور طلوعِ اسلام کے بعد ایک طویل زمانہ تک دنیا کی سیادت وقیادت کی بھاگ دوڑ اور نظام وانتظام بھی آپ کی نسل میں مرتکز ہوگیا (یعنی خلفائے راشدین سے لے کر بنوامیہ وبنوعباس اور فاطمینِ مصر وغیرہ)

توراۃ کتاب پیدائش ۱۶ میں آپ کے بیٹوں کے نام یوں مذکور ہیں:

نبایوت، قیدار، ادبئیل، مبسام، مشماع، دومہ، مسّا، حدد، تیما، یطور، نافیش، قیدما

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور ان کے نام ان کی بستیوں اور قلعوں میں یہ ہیں، اور یہ اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔

ان میں دو بڑے بیٹے بنایوت (یا نابت) اور قیدار بہت مشہور ہیں، عرب مؤرخین نے بھی ان دونوں کے احوال تفصیل سے بیان کئے ہیں (قصص القرآن ج ا ص ۲۴۷)

محقق سلیمان منصور پوری نے اپنی تصنیف رحمۃ للعالمین ج ا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا یوں حال بیان کیا ہے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے، انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا، اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جوان کا ننھیال تھا جا ملے، اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے، جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنوقطورہ کو آباد کیا تھا، اور شام کی طرف ان کی بستیاں شام سے جاملیں، جہاں ان کے بھائی بنواسحاق آباد تھے، اسی طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم وتہذیب کے مالک ہوگئے، اور بحرِ ہند اور بحیرہ احمر کے ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہوگیا، جہاں سے اس وقت تک تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کرسکتے تھے، اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا، جو غیراقوام سے بچاؤ کے لئے ہمیشہ نا قابلِ تسخیر حصار ثابت ہوتا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے، قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی، انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد (بیت اللہ) کے حقوق کو پورا کیا، جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درسگاہ تھی (ص۳۰،۳۱)

قیدار کی اولاد میں کئی پشت نیچے عدنان ہوئے ہیں (اسی مناسبت سے قریش وغیرہ کو آلِ عدنان بھی مورخین کہہ دیتے ہیں) اور عدنان کی اولاد میں کئی پشت نیچے قصی بن کلاب نامور ہستی ہیں، جنہوں نے اپنی قوم کو مکہ میں دوبارہ بسایا اور اقتدار دلوایا، اور اپنی قوم کی تنظیم کی، اور مندرجہ ذیل اہم عہدے اور مناصب کو قائم کر کے مختلف قبیلوں کو اس اجتماعی نظم میں نمائندگی فراہم کی:

(۱)......رفادہ **(۲)**......سقایہ **(۳)**......حجابہ **(۴)**......قیادہ

ان میں سے کچھ مذہبی کچھ سیاسی عہدے تھے، مذہبی عہدے بیت اللہ شریف کی تولیت کے متعلق تھے، نیز قصی نے لواء کے نام سے قومی پرچم بھی مقرر کیا اور قومی ملی مجلس (اس وقت کا پارلیمان) قائم کی جو دارالندوۃ یا ندوۃ کہلاتی تھی، قصی کا بیٹا عبدمناف اس کا بیٹا ہاشم، اس کا بیٹا عبدالمطلب حضور نبی کریم ﷺ کے دادا تھے، قصی کا زمانہ 440ء کے اردگرد پھیلا ہوا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات

آپ کی وفات ۱۳۶ سال کی عمر میں اس وقت ہوئی جب آپ کی اولاد پھل پھول کر حجاز، شام، مصر، عراق اور فلسطین تک پھیل چکی تھی۔

حنیف شد

طب و صحت حکیم محمد فیضان

کدو (PUMPKIN) یقطین (دوسری و آخری قسط)

امراض بچگان: ایک عدد تازہ کدو لے کر اس میں سے چھوٹا ٹکڑا کاٹ کر الگ کریں۔ بقایا کدو کے درمیان میں سوراخ کر کے اس میں جس قدر بھی خوب کلاں آسکے بھر دیں پھر کاٹا ہوا کدو اوپر دے کر گل حکمت کریں جب دیکھیں کہ بھُرتا سا ہو گیا ہوگا تو آگ سے نکال کر مٹی وغیرہ صاف کر کے خوب کلاں نکال کر پانی سے صاف کر کے اس کو محفوظ رکھیں۔ حسب ضرورت بچوں کو چار رتی سے ایک ماشہ تک قدرے پانی میں حل کر کے پلا دیا کریں یہ بچوں کے اکثر امراض کے علاوہ پرانے بخاروں لئے ایک تریاق ہے۔

سردرد کے لئے: تازہ کدو کا گودا حسب منشا لے کر کھرل میں باریک کر کے پیشانی پر پھیریں تھوڑی دیر میں سر درد کو آرام ہوگا۔

یرقان کے لئے: کدو ایک عدد لے کر نرم سی آگ میں دبا کر بھُرتا کریں اور اس کا پانی نچوڑ کر قدرے مصری ملا کر پلایا کریں۔ اس کے استعمال سے جگر کی گرمی اور یرقان کو انشاء اللہ آرام آجائے گا۔

بندش پیشاب: پیشاب رک گیا ہو تو کدو کا رس ایک تولہ، قلمی شورہ ایک ماشہ، مصری دو تولہ، سادہ پانی دس تولہ۔ سب کو ملا کر ایک بار پلا دیں۔ اول تو ایک بار ہی پلانے سے پیشاب کھل جائیگا۔ ورنہ ایسی ہی خوراک مزید دیں انشاء اللہ آرام ہوگا۔

تپ دق کے لئے: تازہ کدو ایک عدد لے کر اس کے اوپر جَو کے آٹے کا ضماد کر کے کپڑا لپیٹ کر بھوبل میں دفن کریں۔ جب بھُرتہ ہو جائے تو پانی نچوڑ کر حسب طاقت پلایا کریں۔ پندرہ بیس روز بلا ناغہ استعمال کرنے سے مرض تپ دق جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ غذا ہلکی اور زود ہضم دیا کریں۔

شدت پیاس کے لئے: کدو کا گودا باریک پیس کر ایک چھٹانک پانی نچوڑیں۔ اس میں دو تولہ مصری اور ایک پاؤ سادہ پانی ملائیں (دو تولہ کی خوراک) تھوڑے تھوڑے وقفہ سے پلاتے رہیں۔

معاون حمل: حاملہ عورت کو اگر دوران حمل ابتدائی اور آخری مہینوں میں ایک چھٹانک مصری کے ساتھ

روزانہ دو چھٹانک کچا کدو استعمال کرایا جائے تو بچے کا رنگ شرطیہ طور پر بہتر ہو جائے گا۔ اور جن عورتوں کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں۔ انھیں اگر استقرار حمل کے ایک ماہ بعد کچا کدو مع بیجوں کے مصری کی ساتھ استعمال کرنا شروع کر دیں اور تیسرے ماہ کے آخر تک جاری رکھیں تو لڑکی کی بجائے اکثر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔

خونی بواسیر کے لئے: کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے کر سایہ میں خشک کریں اور باریک پیس کر محفوظ رکھیں دونوں وقت چھ ماشہ سے ایک تولہ تک تازہ پانی کے ساتھ پھانک لیا کریں۔ دو تین یوم کے استعمال سے بواسیر کا خون آنا بند ہو جائے گا۔ یہ خونی دستوں کے لئے بھی لاجواب دوا ہے۔

دردکان کے لئے: کدو کا پانی لڑکی والی عورت کا دودھ مساوی الوزن لے کر آپس میں خوب حل کریں اور چند قطرے کان میں ٹپکا کر کان میں روئی لگائیں کان کا درد بند ہو جائے گا۔

امراض چشم: چھلکا کدو حسب ضرورت لے کر سایہ میں خشک کریں پھر اس کو جلالیں بس دوا تیار ہے۔ کھرل میں پیس کر مثل غبار کرلیں۔ صبح تین سلائی دوا آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا کریں، تھوڑے ہی عرصہ میں آنکھ کی تمام شکایتیں رفع ہو جائیں گی۔ اس کو پیس کر آنکھوں پر باندھنے سے آنکھوں کا ورم ختم ہو جاتا ہے۔

اخراج خون: پوست کدو سایہ میں خشک کردہ حسب ضرورت لے کر خوب باریک پیس لیں۔ برابر وزن مصری ملا کر بحفاظت رکھیں صبح نہار منہ چھ ماشہ سے ایک تولہ تک ہمراہ لسّی یا سادہ پانی مریض کو دیں منہ سے خون آتا ہو یا پھیپھڑے کی خرابی سے یا کسی اور وجہ سے اس کے استعمال سے آنا بند ہو جائے گا۔

دردِ دانت:۔ کدو کا گودا ۱۵ تولہ لہسن ایک تولہ دونوں کو خوب کوٹ کر ایک سیر پانی ڈال کر خوب پکائیں۔ جب آدھا پانی رہ جائے تو نیم گرم سے کلیاں کریں دانت کا درد بند ہو جائیگا۔

100 گرام کدو کے غذائی اجزا اور معدنی وحیاتینی اجزاء کا تناسب۔

رطوبت	96.1%	کیلشیم	20 ملی گرام
چکنائی	5.1%	فولاد	0.7 ملی گرام
کاربوہائیڈریٹس	2.5%	فاسفورس	10 ملی گرام
پروٹین	0.2%	کیلوریز	16
معدنی اجزاء	0.5%	وٹامن بی کمپلیکس	.04 ملی گرام

ریشے	0.6%	وٹامن سی	0.3ملی گرام

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۲۷/ربیع الاٰخر، ۵/۱۲/۱۹ جمادی الاولیٰ جمعہ کو متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

□......۲۷/ربیع الاٰخر بعد جمعہ مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا طارق محمود صاحب، بندہ امجد اور بعض دیگر احباب کلرسیداں مولانا خلیل اللہ صاحب کے ہاں گئے، اور شام کو چکیالہ گاؤں میں مولوی احسان اللہ صاحب کے ہاں مدرسۃ البنات میں وعظ وبیان ہوا، عشاء کے بعد واپسی ہوئی۔

□......۲۹/ربیع الاٰخر کی شام ادارہ کے بعض اساتذہ حضرات اسلام آباد تبلیغی اجتماع میں شریک ہوئے۔

□......۲۹/ربیع الاٰخر و۱۴/۲۱/جمادی الاولیٰ بروز اتوار کو بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......۳۰/۱۷/جمادی الاولیٰ بروز بدھ بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا۔

□......۳/جمادی الاولیٰ، ۱۷/جمادی الاولیٰ بروز بدھ عصر میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کو ہسار مسجد اسلام آباد حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں تشریف لے گئے، ہمراہ مفتی محمد یونس صاحب، مولوی ناصر صاحب اور بندہ امجد ومولوی طارق محمود صاحب تھے۔

□......۴/جمادی الاولیٰ جمعرات فقہی مشق کے طلبہ اور متعلقہ اساتذہ قلعہ روہتاس اور کھیوڑہ تفریح کے لئے گئے۔
۶/جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ شعبہ کتب کے شش ماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔

□......۷/جمادی الاولیٰ بروز اتوار شعبہ ناظرہ وقاعدہ بنین وبنات کی تمام جماعتوں کے شش ماہی امتحانات ہوئے

□......۹/جمادی الاولیٰ بروز منگل امام اہلِ سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ بندہ محمد امجد بھی جنازہ میں شریک ہوا، اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپ کی خدمات دینیہ پر اپنے شایانِ شان رفع درجات عطا فرمائیں، آپ کے فیض کو عام وتام فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائیں۔

□......۱۰/جمادی الاولیٰ بروز بدھ شعبہ حفظ کا شش ماہی امتحان منعقد ہوا، شعبہ کتب کے امتحان بھی اسی دن پایہ تکمیل کو پہنچ کر شش ماہی امتحانات کا مرحلہ مکمل ہوا۔ آئندہ دو دن جمعہ کی شام تک تعلیمی شعبہ میں تعطیل رہی۔

□......۲۰/جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ مولانا عبدالسلام صاحب کا نشر واشاعت کے سلسلہ میں فیصل آباد کا دورہ رہا۔

□......۱۶/جمادی الاولیٰ مفتی محمد یونس صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب وبندہ امجد بھی شیخ الحدیث حضرت قاری سعید الرحمان صاحب دامت برکاتہم کی عیادت کے لئے جامعہ میں حاضر ہوئے، مولانا عتیق الرحمٰن صاحب، مولانا انس صاحب زید مجدہما سے

Idara Ghufran

حضرت کی مزاج پرسی کی،آپ مہینہ بھر سے دل کے عارضہ سے دوچار ہیں،دل کا آپریشن ہوا ہے،دعائے صحت ہے۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

22/اپریل2009ء بمطابق25ربیع الثانی 1430ھ :پاکستان:بجٹ میں ترقیاتی پروگرام 200ارب روپے تک محدود کرنے کا فیصلہ **23اپریل** :پاکستان:امن بحال نہ ہوا تو حکومت نظامِ عدل پر نظر ثانی کرسکتی ہے،وزیرِاعظم **24اپریل** :پاکستان:سینیٹ ان کیمرہ اجلاس،بلوچستان میں بھارتی وافغانی مداخلت کے اہم ثبوت پیش،روس بی ایل اے اور دیگر ایسی تنظیموں کو فنڈ،جبکہ بھارت تربیت اور دیگر وسائل فراہم کررہا ہے،افغانستان کی سرزمین پاکستان کے خلاف استعمال ہورہی ہے،رحمٰن ملک **25اپریل** :پاکستان:بھارتی انتخابات کا دوسرا مرحلہ مکمل ٹرن آؤٹ 55فیصد رہا،پرتشدد واقعات میں 7ہلاک **26اپریل** : پاکستان:سوات گن شپ ہیلی کاپٹروں کی نیچی پروازیں،دیر لوئر میں کھلونا بم پھٹنے سے 11بچے جاں بحق **27اپریل** :پاکستان:لوئر دیر آپریشن،لال قلعہ کا کنٹرول حاصل کرلیا،فوجی ترجمان **28اپریل** : پاکستان:دیر میں آپریشن جاری جنگی طیاروں کی بمباری،ہلاکتیں 46ہوگئیں،صوفی محمد نے مذاکرات معطل کردیئے پاکستان:طارق سلیم ڈوگر آئی جی پنجاب تعینات **29اپریل** :پاکستان:بونیر میں بھی آپریشن شروع متعدد ہلاکتوں کا خدشہ پاکستان:غریبوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے،سماجی ومعاشی انصاف فراہم نہ کیا تو خونی انقلاب آسکتا ہے،شہباز شریف **30اپریل** :پاکستان:جنوبی وزیرستان میں پھر امریکی جاسوس طیارے کا حملہ 10شہید متعدد زخمی **یکم مئی2009ء** :پاکستان:ڈرون حملے اور افغان جنگ،عدم استحکام کی بڑی وجہ ہیں،پاکستان پاکستان:کراچی میں حکومتی رٹ غائب،حکومت مجرمانہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے،منور حسن،کراچی میں حالات کی خرابی امریکی ٹیم پلان کا حصہ ہے **2مئی** :پاکستان:کراچی واقعات میں بیرونی ہاتھ خارج از امکان نہیں،وزیرِاعظم پاکستان:انصاف نہ ملنے پر پنجاب میں بھی سوات جیسی صورت حال پیش آسکتی ہے،نواز شریف **3مئی** : پاکستان:مالاکنڈ میں دارالقضاء کے قیام کا اعلان 2قاضیوں کا تقرر پاکستان:مفاہمتی عمل جاری رکھا جائے گا،پی پی پنجاب حکومت کا حصہ رہے گی،گیلانی شہباز اتفاق **4مئی:** پاکستان:بونیر آپریشن میں 80عسکریت پسند مارے گئے،فوجی حکام پاکستان:عمران خان کے سندھ میں داخلے پر پابندی ختم صوبائی حکومت نے دورے کی دعوت دے دی پاکستان:تحریک نفاذِ شریعت نے دارالقضاء کے قیام کا اعلان یک طرفہ قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا **5مئی** :پاکستان:سوات میں

Idara Ghufran

جھڑپیں، 46 سیکورٹی اہلکار محصور، مینگورہ پر طالبان کا قبضہ ✍ **6 مئی** : پاکستان: سپریم کورٹ کی ٹیکس قوانین سادہ بنانے کی ہدایت ۔ پاکستان: نامور محدث، ممتاز مصنف، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت موصوف ساری عمر اسلام کے نظریاتی دفاع میں اور اسلام دشمن باطل فرقوں کے خلاف قلمی طور پر برسرِ پیکار رہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت کو آپ کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے، اور آپ کے علوم وافکار سے صحیح استفادے کی توفیق عطا فرمائے ✍ **7 مئی** : پاکستان: سوات آپریشن ، ریموٹ کنٹرول حملہ، جھڑپیں، 45 جاں بحق ۔ پاکستان: پرچہ سکینڈل ، پارٹی فیصلہ تسلیم حاجی پرویز خان نے استعفاء قیادت کے حوالے کر دیا ✍ **8 مئی** : پاکستان: فوج کو طالبان کے مکمل خاتمے کا حکم ۔ پاکستان: دیر سوات جیٹ طیاروں کی شیلنگ صوفی محمد کے بیٹے سمیت 13 جاں بحق، 13 اہلکار یرغمال ✍ **9 مئی** : پاکستان: فوج نے آپریشن شروع کر دیا، 24 گھنٹوں میں 143 شر پسند مارے گئے، ترجمان ۔ پاکستان: ریکارڈ پیداوار پنجاب حکومت کا 10 لاکھ ٹن گندم برآمد کرنے کا فیصلہ ۔ پاکستان: محکمہ تعلیم سے کرپٹ مافیا کا قلع قمع کر کے ناانصافیوں کے دروازے بند کر دینگے، عابد شیر علی، چیئر مین قائمہ کمیٹی برائے تعلیم ✍ **10 مئی** : پاکستان: ورلڈ بینک اگلے ماہ مزید 52 کروڑ ڈالر قرض دے گا ۔ پاکستان: گزشتہ ایک سال میں 72 پاکستانیوں کو ڈالروں کے عوض بیچا گیا، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے امریکی قید میں ہونے کے باوجود امریکا سے مدد مانگنا ڈوب مرنے کا مقام ہے، آمنہ مسعود چیئر پرسن ڈیفنس آف ہیومن رائٹس ✍ **11 مئی** : پاکستان: سوات فوجی آپریشن کے باعث انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقل مکانی، 12 لاکھ سے زائد افراد منتقل ✍ **12 مئی** : پاکستان: درہ آدم خیل، مالاکنڈ خودکش حملے اور آپریشن میں 79 افراد جاں بحق ۔ پاکستان: دہشت گردی کے خلاف جنگ، فاٹا میں 310 ارب روپے کے نقصانات ✍ **13 مئی** : پاکستان: دیر سوات فورسز کی کارروائی میں 34 عسکریت پسند مارے گئے ۔ پاکستان: اقوام متحدہ کا 120 ٹن امدادی سامان پاکستان پہنچ گیا، امداد کے نام پر ملک کو قرضوں میں جکڑنے کی صیہونی سازش سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے ✍ **14 مئی** : پاکستان: اقوام متحدہ نے پاکستان کی درخواست پر متاثرین کے لئے عالمی امداد کی اپیل کر دی ✍ **15 مئی** : پاکستان: لوئر دیر ناظم کے گھر پر بمباری، 60 عسکریت پسند جاں بحق ۔ پاکستان: ریلوے متروکہ وقف املاک اور سی ڈی اے میں لوٹ سیل لگی ہے، قوم کا پیسہ ہڑپ نہیں کرنے دیں گے، چیف جسٹس ✍ **16 مئی** : پاکستان: اہم مقامات کا کنٹرول سنبھال لیا، آرمی چیف ۔ مملکت سعودی عرب اور پاکستان ایک قوم ہیں، امام کعبہ، دونوں کی خوشی اور غم بھی ایک ہیں ✍ **17 مئی** : پاکستان: شمالی وزیرستان امریکی میزائل حملے میں 29 افراد جاں بحق حکام نے تصدیق کر دی ✍ **18 مئی** : پاکستان: آپریشن

مسائل کا حل نہیں،حکومت مصالحت کا موقع دے،علماء کرام کی پیش کش ۔ نیویارک:بے نظیر کوسابق نائب صدر ڈک چینی کے حکم پر قتل کیا گیا،امریکی صحافی کا انکشاف،قتل سکواڈ کے سربراہ حال ہی میں افغانستان میں تعینات ہونے والے کمانڈر اسٹینلے تھے ✍ **19 مئی** :پاکستان: مالاکنڈ مہاجرین کی تعداد بڑھ کر 25لاکھ تک پہنچ گئی،5 نئے کیمپ قائم ✍ **20 مئی** :واشنگٹن:امریکا نے ڈرون حملے بند کرنے سے صاف انکار کردیا،پاکستانی ایٹمی اثاثوں کے حوالے سے خدشات مسترد ✍ **21 مئی** :پاکستان:وفاقی حکومت متاثرین کے لئے 8ارب روپے کے پیکج کی منظوری ۔ پاکستان: پی آئی اے کا رواں سال حج کرایوں میں 10 ہزارروپے کمی کا فیصلہ ۔ پاکستان: سرکاری دفاتر اور پبلک مقامات پرسگریٹ نوشی پر پابندی کا حکم ✍ **22 مئی** :پاکستان:ڈونرز کانفرنس 22 کروڑ 40لاکھ ڈالر کے وعدے ،پاکستان :فضائیہ کی عسکریت پسندوں کے ٹھکانوں پر بمباری کیمپ تباہ ،متعدد جاں بحق 7 گرفتار،ایک کمانڈر نے 5ساتھیوں سمیت ہتھیار ڈال دیئے ۔ پاکستان:ڈالروں کی چمک دمک نے حکمرانوں کو اندھا کردیا ہے،پاکستان کے جوہری ہتھیاروں پر مبینہ امریکی قبضے کے خدشات حقیقت کا روپ دھار رہے ہیں،منور حسن امیر جماعت اسلامی ✍ **23 مئی** :پاکستان:پاکستانی معیشت کو گزشتہ سال 670ارب روپے کا نقصان،دہشت ردی کے خلاف جنگ،لوڈشیڈنگ،صنعتی پیداوار،برآمدات میں کمی جیسی وجوہات،ذریعہ بنیں،آئی پی پی (انسٹی ٹیوٹ آف پبلک پالیسی) کی دوسری سالانہ رپورٹ ۔ پاکستان:ڈالروں کے بدلے ایٹمی معلومات فراہم کرنے والوں کوقوم معاف نہیں کرے گی،چودھری شجاعت

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۴ ''اسلامی بینکاری پر چند شبہات کا سرسری جائزہ''﴾

احقر ذاتی طور پر اب بھی یہی بہتر سمجھتا ہے کہ اپنے موقف یا اپنی ذات کے دفاع کے بجائے دین کی خدمت پر زور دینا چاہیئے اور معاملہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور امتِ اسلامیہ کی قبولیت پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

البتہ باہمی مشورہ کی ایک مجلس میں اب ہمارے دارالافتاء کے بعض احباب کی یہ رائے ہوئی کہ اب تک جتنے اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کا مدلّل اور مفصّل جواب تحریر کردینا مناسب ہے تاکہ اگر کسی کو واقعی غلط فہمی ہے تو وہ دور ہوجائے۔

چنانچہ دارالافتاء کے احباب میں وہ فقہی موضوعات تقسیم کردیئے گئے ہیں جن پر اشکال کیا گیا ہے اور دارالافتاء کی سطح پر مختلف مقالہ جات کی شکل میں یہ کام شروع کردیا گیا ہے۔ نیز حضرت مدظلہم سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ اگر وہ بھی اسلامی بینکاری پر کیئے جانے والے شبہات کا جواب تحریر کردیں تو مناسب ہے۔امید ہے کہ حضرت مدظلہم کی یہ تحریر بھی انشاءاللہ اپنے وقت پر سامنے آجائے گی۔